محاربهٔ حق و باطل

...نین علی ما انتم علیہ حتیٰ یمیز الخبیث من الطیب

محاربۂ حق و باطل

جو کتاب مستطاب تنقید بخاری حصۂ دوم مصنفۂ جناب فخر الحکما ظہیر العلماء
مولانا الحاج السید علی اظہر صاحب دامت برکاتہ سے علحدہ
کرکے شائع کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ جناب امیر المومنین
علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا جہاد کس قاعدے
سے ہوتا تھا اور خلفائے ثلثہ کی لڑائیاں
کس طریق پر جس سے حق و باطل
اسطرح جدا ہو جاتا ہے کہ
پھر شک نہیں رہتا

باہتمام تام احقر الزمن سید نور الحسن مالک مطبع
مطبع نور المطابع لکھنؤ محلہ تھوئی ٹولہ میں چھپکے شائع ہوا

(قیمت فی جلد ۲ر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ الطاہرین۔ امابعد خاکپائے مومنین سید فرحت حسن مالک مطبع نور المطابع عرض پرداز ہی کہ ان دنون کتاب مستطاب تنقید بخاری حصہ دوم کو مین دیکھ رہا تھا جو اصلاح کے ساتھ شایع ہوتا ہے اور پہلا۔ دوسرا حصہ اُسکا علیحدہ بھی شایع کیا گیا ہی اُسکے بعض مضامین خصوصًا تیسرا باب مجھے نہایت مطبوع ہوا اسلیے کمترین نے چاہا کہ اپنے دیگر برادران ایمانی کو بھی اس سے مستفید کرون تاکہ فائدہ عام ہو۔ اصل کتاب تنقید بخاری مین صحیح بخاری کی خود شراح اہل سنت کی تحقیقات سے شرح کیجاتی ہے اور ہر حدیث پر محققانہ بحث ہوتی ہے جس سے خود بخود حق واضح ہوجاتا ہی کہ کونسی حدیث صحیح ہی کون وضعی۔ کیونکہ اسمین جو کچھ لکھا جاتا ہی شراح صحیح بخاری سے جسکے صفحہ و مطبع کا بھی حوالہ دیا جاتا ہی۔

اسی قاعدہ سے حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کی شرح کی گئی کہ مسلمان وہ ہی جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی مین رہین۔ اس کتاب کے تیسرے باب مین یہ فرق دکھایا گیا ہی کہ جناب امیر المومنین کا جہاد کس قاعدہ سے ہوتا تھا اور خلیفہ اول و دوم کی لڑائیان کس طریق پر جس سے حق و باطل اسطرح جدا ہوجاتا ہی کہ پھر ذرہ برابر شک نہین رہ سکتا کیونکہ خلیفہ اول کے احکام اس معرکہ جنگ مین ایسے سخت تھے کہ دنیا کے تمامی ظالم بادشاہون کے ظلم کا اُس سے مقابلہ نہین ہوسکتا۔

اب ہم تمہید کو طول دینا نہین چاہتے بلکہ تنقید بخاری حصہ دوم کے تیسرے باب کا ایک حصہ علیحدہ طبع کرتے ہین جس سے اُمید ہی کہ مسلمانون کو بہت فائدہ ہوگا۔

تیسرا باب

ایک نظر اجمالی اُسطرف بھی دیکھنا چاہیے جہان اس حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کی تعمیل ہوتی ہے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ لوگ رسول کو رسول خدا سمجھتے تھے اور انکے احکام کو مطابق ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی سمجھتے تھے۔ کسطرح اس حدیث پر عمل کرتے تھے جس سے تمکو خود بخود معلوم ہوگا کہ رسول پر ایمان صادق کیونکر لایا جاتا ہی۔

وجوہ استحقاق

سب سے پہلے جو خیال یہان قائم

ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ جناب امیرؑ کو اپنی حقیت پر کس درجہ استقلال تھا۔

(۱) وفات رسولؐ کے بعد آپکو کل حالات معلوم تھی کہ کیا ہو رہا ہی یہانتک کہ حضرت عباس عم رسولؐ نے بیعت کرلی مگر آپ کہہ رہے ہین کہ کیا سلطان محمدؐ مین بھی کوئی منازعت کر سکتا ہی۔ جس سے سمجھ سکتے ہو کہ اپنی حقیت پر کیا یقین ہی کہ اس منازعت کو ناجائز سمجھتے ہین۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہی کہ معاذ اللہ آپکو اتنی بھی عقل نہ تھی جو اس بات کو سمجھتے حالانکہ شور و غل بھی سن رہے ہین۔ سب کچھ مدینہ مین ہو رہا ہی۔ مگر نہین آپکو اپنی حقیت پر یقین ہے۔

کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہین تو کبھی ایسی جرأت نہین کر سکتے کہ خلاف حکم خدا و رسولؐ ایسا کام کرین۔ اور اگر وہ لوگ اسلام سے خارج ہو کر اسکے مرتکب ہو رہے ہین تو یہ معاملہ ایسا نہین جو ایک یا دس ہین کی بیعت سے کچھ فائدہ ہو۔ کیونکہ اس امر عظیم کا ارتکاب کہہ رہا ہی کہ پوری آمادگی سے مخالفت خدا و رسول کی جاری ہی۔ پھر اسپر اس بیعت سے کیا اثر پڑ سکتا ہی۔

حضرت عباسؓ نے دنیاوی خیال کے مطابق سمجھا یا کہ بیعت لے لو کہ کہنے کو ہو جائے کہ ہماری بیعت مقدم ہی مطلب یہ ہوا کہ اس ذریعہ سے جنگ و پیکار کی جائے۔ اور یہی دلیل حقیت قرار پائے کہ بوقت نزاع یہ حجت پیش کیجائے۔ جناب امیرؑ اس نزاع کو بعد وفات رسولؐ بالکل خلاف مروت سمجھتے تھے کہ بلا تجہیز و تکفین رسولؐ ادھر متوجہ ہون اور بمقابلہ نص خدا و رسول بیعت کو بے سود بشرطیکہ بموافقت ہو و الّا مخالفت خدا و رسول

اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ جب بمخالفت خدا و رسول اسپر آمادہ ہو چکے ہین تو بغیر جنگ و پیکار راہ پر نہین آ سکتے۔ اور جنگ و پیکار کرنا اسوقت بالکل منافی شان اسلام ہی لہذا بالکل انکار کیا اور فرمایا کہ کوئی اسکا مدعی بھی ہو سکتا ہی کیونکہ اسلام کے ساتھ یہ دعوی تو ناممکن ہی۔؟

(۲) جو حقوق آپنے اسلام پر قائم کیے اور جسطرح اشاعت اسلام مین ساعی رہی کہ ابتدائے اسلام سے آجتک جو خدمتین کین۔ وہ بجائے خود کافی تھین اسکے لیے کہ آپکا حق مانا جائے اور کسیطرح آپکے حقوق مین مزاحمت نہ کیجائے

(۳) ابتدائے روز اعلان نبوت جو معاہدہ حضرتؐ نے آپسے کیا تھا وہ بھی پیش نظر تھا۔

(۴) رسم و رواج عرب بھی یہی تھا کہ جس قبیلہ کا سردار مرتا یا مارا جاتا تو اُسی قبیلہ کا دوسرا شخص جو اقرب ہوتا اُسکا قائم مقام بنایا جاتا ہی۔

لہذا ہر طرح آپ اپنے کو قائم مقام رسول اور جائز وصی و جانشین سمجھتے تھے اور وفات رسولؐ سے تا یوم حصول خلافت آپ اپنے کو مستحق اور ہر طرح کا حقدار سمجھتے تھے اور دوسرونکو ظالم اور غاصب۔

ان سبکے ساتھ جب خلافت چہارم کا وقت آیا اور لوگون نے آپکی خلافت قبول کرنا چاہا مگر وہی قاعدہ جو جاری ہو چکا تھا۔ تو کسطرح آپنے اُنکو سمجھایا اور روکا کیونکہ آپکا خیال تو ابتدا سے یہی تھا اگر یہ لوگ مسلمان ہین تو بے حکم خدا و رسولؐ کسی کو امام بنا نہین سکتے۔ اسلیئے ہمیشہ آپکو اپنے حق کا مطالبہ رہا جب وہ انکی سرکشی اور تمرد کی آزمائش بخوبی کر چکے اور دیکھ لیا کہ اب انکے اخلاق بالکل بگڑ گئے اور کسیطرح یہ امر حق نہین قبول کرتے

کیونکہ پچیس چھبیس برس کی عادت بگڑی ہوئی ہی
اور اگر مجبور ہو کر حق کیطرف رجوع بھی کرتے ہین تو یہی
قاعدہ جاریہ سے۔ لہذا بالکل انکار کیا اور نہایت
سختی سے نامنظور کیا تاکہ لوگون کو معلوم ہو جائے۔
آپ پہلے جو خواہان تھے تو بغرض دنیاداری نہین
طالب تھے بلکہ بغرض خیرخواہی اسلام۔ اسیوجہ سے اب
انکار کرتے ہین کہ جب تملوگ حکم خدا و رسول نہین مانتے
تو اپنی خواہش سے جسکو چاہو خلیفہ بنالو ہم جیسے
تب ساکت تھے اب بھی ساکت رہین گے۔
جب دیکھا کہ نہ وہ کسیطرح دوسرے پر راضی ہین اور
نہ دوسرا کوئی خلیفہ ہو سکتا ہی کیونکہ اُن لوگون سے جو
ہی وہ کسی نہ کسیطرح خون خلیفہ مین شریک ہی جس سے
اُنکا معرض انتقام مین آنا ضروری اور فتنہ و فساد کا
ہونا ضروری لہذا بتقاضاے مصلحت اسلام قبول
فرمایا۔ مگر اُسکے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ یہ ایسا معاملہ ہی جسکے
متحمل نہ معمولی دل ہو سکتے ہین نہ معمولی انسان تاریخ
کامل صفحہ ۵۔ جلد ۳

اب حضرت کو دو مرحلہ پیش ہین یک دنیوی دوسرا دینی
دنیوی مرحلہ تو کہتا ہی جس باطل طریقہ پر آجتک عمل درآمد
ہوتا رہا آپ بھی کیجیے کہ چین سے حکمرانی فرمایئے سابق
ارکان سلطنت پر سارا بار ڈالدیجیے جسطرح چاہین وہ
فتوحات کرین آپ مزاحمت نہ کرین۔ ظالمون کو
معزول نہ کیجیے مظلومون کی فریاد نہ سُنیئے۔ مشورہ بھی
اسکے دیے جاتے ہین یہانتک کہ اخص بھی یہی رائے
دیتے ہین۔
دینی مرحلہ کہتا ہی کہ آپ پر کچھ گذرے مگر اسلام حقیقی
کی تعلیم قائم کیجیے ۔ وہ بتایئے اسلام کیا چاہتا ہی۔

کس اصُول پر جہاد ہو۔ کس اصُول پر فتوحات ہو۔ کس
اصُول پر انتظام ہو۔ کس اصُول پر قضایا فیصل ہون۔
کیا قواعد مقرر ہون جس سے لوگون کو معلوم ہو کہ اسلام
کی اصلی تعلیم کیا ہی۔ اُسکے احکام کیا ہین۔ اُسکے
اصُول کیا ہین۔ کیونکہ حالت موجودہ مین تو اسلام
ایک لوٹیرا مذہب ہی جسمین بجز شکم پروری جبر و
تعدی ناجائز کوئی بات نہین۔
یہ مطلب ایسا باریک ہی اور ایسا دقیق کہ معمولی عقل
تو کیا بڑے بڑے عقلا بھی نہین سمجھ سکتے ہین کیونکہ
یہ اسرار الٰہی سے ہین جسکو وہی سمجھ سکتا ہی جسے خدا
اس کام کے لیے منتخب کرے اور رسُول اُسے اپنا
نائب کرے دوسرا کیونکر اس مرتبہ پر فائز ہو سکتا ہی
حضرت کی کشمکش اسوجہ سے اور بڑھ گئی کہ جدھر
سے آواز آتی ہی اسکی کہ تم منافقین کی تقلید کرو۔
اُنھی راہ پر چلو وہی طریقہ اختیار کرو۔ تو پھر تمام مہمات
خلافت درست ہو جاتے ہین۔ مگر جو اس غرض کے
لیے پیدا ہوا کہ اسلام کا مربی ہو۔ اسلام کا مروج ہو وہ
کیونکر دنیا کو دین پر ترجیح دے سکتا ہی وہ کیونکر اسلام
کو ذلیل و خوار کر سکتا ہی۔ وہ کیونکر اسلام پر ایسا بدنما
دھبہ آنے دے سکتا ہی جو قیامت تک نہ مرتفع ہو
کیونکہ اب تو سب کہین گے خلافت ہی شخص کے ہاتھ
مین گئی جو ابتدا سے اسکا وزیر اور مشیر تھا۔ پھر کیون
وہی مظالم جاری رہے اور اُسی اندھا دھند کو
رائج کیا جسپر پہلے روتے تھے کہ ہاے اسلام بدنام
ہو رہا ہی۔ لہذا آپنے دین کو دنیا پر ترجیح دی اور اپنے
زحمتون کو گوارا کیا کہ اسلام سے کسیطرح الزام مرتفع
ہو اگرچہ ہمکو ایک منٹ آرام نہ ملے۔

اب تم یہان حضرت کے اِس استقلال و استحکام کو اپنے دعوی حقیت پر غور کرو کہ ایک منٹ کے لیے بھی آپکو اپنی حقیت مین شک و شبہہ عارض ہوا نہ اپنے فہم صحیح پر کسی راے و مشورہ کو ترجیح دیا۔ ابوبکر صاحب کے اُس شک و شبہہ سے ملاؤ کہ مرتے وقت تک یہ حسرت ہی کاش ہمنے پوچھا ہوتا کہ یہ حق کسکا ہی کاش پوچھ لیا ہوتا کہ انصار بھی اِس مین حقدار ہین کہ نہین کاش ہم خود ابوعبیدہ کی یا عمر کی بیعت کیے ہوتے خود وزیر بنتے اور امیر نہوتے دونو کے موازنہ سے تمیز خود کھل جائیگا کون حق پر ہی کون ناحق پر۔ یہی وجہ ہی کہ جب آپکے فرق مبارک پر ابن ملجم ملعون کی ضرب پڑی تو بیساختہ فرمایا فزت و رب الکعبۃ۔

وجوہ انتقام استقرار حقیت کے بعد آپکو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جن مسلمانون کو ابوبکر صاحب نے قتل کیا اُنمین اور جناب امیرؑ کے مخالفین مین کیا فرق ہی۔ کیونکہ وہان جسنے مخالفت کی ہی یا بغاوت۔ تو وہ خود ایک ایک امر کے ذمہ دار عہدہ دار تھے کہ خود آنحضرتؐ نے اُنکو ایک خدمت پر مامور کیا تھا اور کبھی آپنے اُنسے یا کسی سے یہ نہ کہا کہ ہمارا قائم مقام ابوبکر ہی نہ کبھی اُن اُمور کی نگرانی یا بازپرس ابوبکر کے متعلق رہی کہ معلوم ہو یہ بھی کسیطرح عہدہ دار ہین بلکہ برخلاف اسکے حضرتؐ نے ہمیشہ اپنے **قائم مقام** کو نہایت وضاحت سے ظاہر کیا جسکی ابتدا روز **اظہار دعوت** نبوت سے ہوئی اور خاتمہ وقت موت پر پھر وہ کس قاعدہ سے ایک اجنبی غیر متعلق شخص کو رسولؐ کا خلیفہ مان سکتے تھے اگر ایسا کرتے تو خود وہ خدا و رسول کے یہان ماخوذ ہوتے لہذا اُنپر **اسلامی فرض** تھا کہ ایسے ناجائز مدعی سے جنگ کرین کیونکہ درحقیقت یہی باغی ہی جو بقہر و استیلا حضرتؐ کے مقرر کردہ عمال پر تصرف کیا چاہتا ہی۔ لہذا اُنکی مخالفت اِس خلیفہ سے کسیطرح بغاوت کی حد مین نہین آسکتی۔ بخلاف اُن لوگون کے جنھون نے **جناب امیرؑ** سے بغاوت کی کہ وہ سب ابتدا سے واقف تھے اور بخوبی واقف تھے کہ اصل اور جائز خلیفہ یہی ہین لہذا یہ بغاوت بالکل ناجائز تھی۔

(۲) اِسی سے دونو کے غیظ و غضب مین بھی فرق ہونا چاہیے کیونکہ اگر حقدار سے مخالفت کی جاتی ہی اُسکو زیادہ غصہ آنا چاہیے۔ بخلاف اُسکے جو ناحق پر ہو کہ وہ بشرط انصاف سمجھ سکتا ہی کہ درحقیقت یہ مخالفت مورد غیظ و غضب نہین ہی بلکہ ہم خود ملزم ہین جسکا مقتضا یہ ہونا چاہیے کہ **جناب امیرؑ** کو اُنکی مخالفت سے زیادہ رنج ہو اور آپکی قوت غضبیہ زیادہ جوش مین آئے اور ابوبکر صاحب کا کم۔ مگر آگے چلکر فرق معلوم ہوگا کہ دونو مین کیا فرق ہی کیونکہ جناب امیرؑ کا عمل اِسپر ہے اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

(۳) مخالفین ابوبکر آیت اور حدیث پیش کر رہے ہین کہ تم ناحق پر ہو **صحابہ** فہمائش کر رہے ہین باجماع کہ آپ خطا پر ہین۔ مگر انکا تھرمامیٹر اتنا تیز ہو رہا ہی کہ نہ کبھی آیت کو سنتے ہین نہ حدیث کو نہ صحابہ کے اجماع کو نہ اپنے یار غار بلکہ محسن و مددگار کی فہمائش کو بلکہ اُنکی ڈاڑھی نوچتے ہین قسمین کھائے چلے جاتے ہین کہ ہم تو ضرور لڑین گے چاہے کوئی نہ ساتھ دے ہم اپنی جان دینگے راج ہٹ۔ تریا ہٹ۔ بالک ہٹ مشہور ہی۔ پھر بھلا کیونکر کوئی گوارا کرتا کہ خلیفہ کو مارے جانے دین جس سے اسلام بدنام ہوتا کیونکہ غیرون کی نگاہ مین اسلام تو

وہی ہی جسکے مالک خلیفہ ہین۔
برخلاف اسکے مخالفین جناب امیرؑ نہ کسی آیت سے استدلال کرتے ہین نہ کسی حدیث سے۔ نہ اپنے مخالف کی آیت سنتے ہین نہ اُن کی حدیث۔ نہ کوئی الزام قائم کرتے ہین نہ اُسکا کوئی ثبوت دیتے ہین بلکہ قتل خلیفہ اول لڑائی پر تلے ہوے ہین۔ لوٹ مار۔ غارت مین مصروف ہین۔ کیسے کیسے اکابر صحابہ جاتے ہین کس کسطرح اُنکی فہمائش کیجاتی ہی۔ خود مجسم قرآن بھیجا جاتا ہی مگر وہ حامل قرآن ہی قتل کر دیا جاتا ہی جو قرآن لایا تھا۔ پھر آپ ہی بتائیے حضرت کی قوت انتقامیہ کو کسطرح جوش آنا چاہیے۔ مگر واہ رے صبر و تحمل کہ ایک منٹ کے لیے بھی اُسمین فرق نہین آتا۔

(۴) مخالفین ابوبکر بالفرض اگر خاطی مان لیے جائین تو اُنکا صرف ایک جرم ہی کہ خلافت کو اُنکی نہ مانا اور ٹیکس نہین دیا دوسرا کوئی جرم اُنپر نہین قائم کیا گیا ہی۔ مگر سب آگ مین جلا دیے گئے اور اس بے رحمی سے قتل کیے گئے کہ تاریخی دنیا مین اُنکی کوئی نظیر نہین بخلاف باغیان جناب امیرؑ جنکے جرائم ہزارون سے متجاوز ہین ۲۶ برس سے جرم پیشہ بنے ہوئے ہین حج آخری رسول اللہ سے تیور بدلے ہین۔ مرض رسول اللہ سے بغاوت پر آمادہ ہین۔ لشکر اسامہ کے ساتھ نہین گئے۔ وصیت نامہ رسول کو روکا۔ دفن و کفن رسولؐ مین نہین شریک ہوے۔ بجاے تعزیت دختر رسولؐ پر ظلم کیا۔ گھر مین آگ لگانے آئے دوسرے شخص کو ناجائز خلیفہ بنایا۔ ہزارون ناحق خون کیے خلیفہ عثمان کو قتل کرایا۔ قرآن کی ترتیب کو اُلٹا اور جلایا۔ ہر ظلم کے خود موجد او شریک رہے۔ بیعت کر کے نکث بیعت کیا۔ پچاس نمازیونکو مسجد بصرہ مین شب کے وقت قتل کروا ڈالا بیت المال کو لوٹ لیا۔ ہزارون بدعتون کو رائج کیا۔ ہزارون قسم کا افترا رسول اللہ پر کیا۔ غرض وہ وہ جرائم کیے کہ بہت سے اُنمین سے ایسے ہین جو کسی فرد بشر کے ذہن مین بھی نہین آتا حتی کہ واضعین قانون تعزیرات ہند بھی اُسکو اپنے ذہن مین نہ لا سکے۔

نصوص صریحہ قتل و قمع

اب اس استحقاق خلافت اور جرائم باغیان کیساتھ اسکو ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت کے پاس نصوص صریحہ اس قلع و قمع بغاوت کے متعلق کیسے موجود ہین خود قرآن مین ہی یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین ؕ

جسمین ایک معمولی شخص کو بھی شک نہین ہو سکتا کہ یہ پیشین گوئی جناب امیرؑ ہی سے متعلق ہی کہ خداوند عالم آپ ہی کے اس عظیم الشان مقابلہ کی خبر دے رہا ہی کیونکہ نہ یہ صفت دوسرے سے متعلق ہو سکتی ہی نہ اور کسیکو اُن مرتدونسے سامنا پڑا جو یا ایھا الذین آمنوا کے مخاطب ہو سکین علاوہ اسکے خود حضرت نے بتصریح صریح ابوبکر و عمر صاحبان سے یبعث اللہ رجلا منکم کی نفی کی ہی حدیث خاصف النعل مین چنانچہ ازالۃ الخلفا مین ہی۔
ازانجملہ آنکہ در بیعت رضوان حاضر بود و نامہ صلح بر دست وے مکتوب شد قال ابن اسحق وکان ھو کاتب الصحیفۃ و ہم درین سفر بامرتضی معاملہ منتظر الخلافۃ بجا آوردند

اخرج النسائی والحاکم واللفظ للنسائی عن علیؑ
قال جاء النبی اناس من قریش فقالوا یا
محمد انا جیرانك وحلفاءك وان من عبیدنا
قد اتوك لیس لهم رغبة فی الدین ولا
رغبة فی الفقه انما فروا من ضیاعنا واموالنا
فارددهم الینا فقال لابی بکر ما تقول فقال
صدقوا انهم لجیرانك وحلفاءك فتغیر وجه
النبیؐ ثم قال لعمر ما تقول قال صدقوا انهم لجیرانك
وحلفاءك فتغیر وجه النبی ثم قال یا معشر
قریش والله لیبعثن الله علیکم رجلا منکم قد
امتحن الله قلبه للایمان ولیضربنکم علی الدین
او یضرب بعضکم قال ابوبکر انا هو یا رسول الله
قال لا قال عمر انا هو یا رسول اللهؐ
قال لا ولکن ذلك الذی یخصف
النعل وقد کان اعطی علیاؑ
نعله یخصفها ص ۲۵۶ مقصد دہم

جب رسول اللہ نے بنص صریح اس بات کی نفی کر دی
کہ واللہ لیبعثن اللہ علیکم رجلا منکم قد
امتحن اللہ قلبہ للایمان کے مصداق شیخین نہیں ہے
تو آیہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ
کے مصداق کیونکر ہو سکتے ہیں کیونکہ قرآن اور حدیث
مین یحبہم و یحبونہم کی صفت تو مخصوص ہی جناب امیر
علیہ السلام کے لیے دوسرا کوئی اسکا مصداق ہو نہین سکتا
جیسا کہ حدیث لاعطین الرایة غدا سے ظاہر ہے۔

تعدد طرق روایت مع تعدد واقعہ

ہان حضرتؐ نے اس صفت کی نفی شیخین سے اور اسکا اثبات جناب امیر علیہ السلام

کے لیے صرف ایک ہی موقع پر نہین کیا ہے۔ بلکہ جب وفد ثقیف
حضرتؐ کے پاس آیا ہے اسوقت بھی حضرتؐ نے اسی حدیث
کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ روضہ ندیہ مین ہے ما اخرج
عبد الرزاق فی جامعه و ابو عمر النمری و ابن
السمان عن الطیب بن عبد الله بن حنطب
قال قال رسول اللهؐ لوفد ثقیف لتسلمن
او لابعثن علیکم رجلا منی او قال
من نفسی فلیضربن اعناقکم و
لیسبین ذراریکم ولیاخذن اموالکم قال عمر
فوالله ما تمنیت الامارة الا یومئذ فجعلت
انصب صدری رجاء ان یقول هو هذا فالتفت الی علی فاخذ
بیده وقال هو هذا هو هذا ص ۱۱۸ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی

یعنی عبد الرزاق نے اپنے جامع مین اور ابو عمر نمری اور
ابن السمان نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے
وفد ثقیف سے تم لوگ اسلام لاؤ گے یا ہم ایسے شخص کو
تمپر بھیجین جو ہم سے ہو یا مثل ہمارے نفس کے ہو کہ تمہاری
گردنونکو ماریگا۔ اور تمہاری اولاد کو قید کریگا اور تمہارے
مال کو لیگا۔ کہا عمر نے کہ قسم خدا کی مینے کبھی امارت کی
تمنا نہ کی مگر اس روز کہ اپنے سینہ کو اونچا کرنے لگا
اس امید پر کہ حضرت میری طرف اشارہ کرین مگر
آپ ملتفت ہوے حضرت علی کی طرف اور ہاتھ پکڑ
کر فرمایا وہ شخص یہ ہے وہ شخص یہ ہے۔
پھر ایسی تصریح صریح کے بعد شیخین کو مصداق آیہ مذکورہ
قرار دینا اگر کفر نہین ہے تو کیا ہے؟
رسول اللہ نے جس تصریح اور توضیح سے احکام خدا کی
تبلیغ کی ہے اگر کوئی مسلمان انمین غور کرے تو اسکے اسلام
و ایمان کو کافی ہے مگر ان دشمنان خدا و رسول کو ایسی

معاندت ہی کہ جس بات سے حضرت بہ اصرار نفی کرتے
ہین اُسیکے اثبات پر اُنکو اصرار ہی دیکھو رسول اللہ
نے اِس مضمون کو ایک تیسرے موقع پر بھی فرمایا ہی
چنانچہ اُسی روضہ ندیہ مین ہی عن ابی سعید الخدری
قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول منکم
من تقاتل علی تاویل القران کما قاتلت
علی تنزیله قال ابو بکر انا هو یا رسول اللہ
قال لا قال عمر انا هو یا رسول اللہ قال لا ولکن
خاصف النعل وکان اعطی علیاً نعله
یخصفها اخرجه ابو حاتم ص ۱۴۱
یعنی ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ
نے بعض تم سے وہ ہوگا جو قتال کریگا تاویل قرآن پر
جیسا کہ مین نے قتال کیا تنزیل قرآن پر۔ ابوبکر نے
کہا وہ شخص مین ہونگا حضرت نے فرمایا نہین۔ عمر نے کہا
مین ہون حضرت نے فرمایا نہین۔ بلکہ خاصف النعل اور
دیا تھا حضرت علی کو نعل اپنی پیوند لگانے کو۔
دیکھیے یہ تین موقع کی تین حدیث ہی جدا جدا جسمین حضرت نے
بکمال تصریح ارشاد فرمایا کہ شیخین نہ اُن لوگون سے ہین
جنکے قلب کا امتحان لیا گیا۔ نہ اُن لوگون سے جنہین خدا
مبعوث کریگا قتال کے لیے یا لوگون کے اسلام کے لیے نہ
اُن لوگون سے جو مقاتلہ کرینگے تاویل قرآن پر مگر حضرات
اہل سنت زبردستی خلفا ہی کو ہر جگہ پیش کرتے ہین۔
یہان اگر یہ شبہہ ہو کہ اگرچہ طرق اِس حدیث کے مختلف
ہین مگر اصل حدیث ایک ہی ہے تو اسکو یون دفع کیجیے کہ
خود علامہ محمد بن اسمعیل روضہ ندیہ مین کہتے ہین وبه
هدد رسول اللہ صلعم قریشا کما اخرجه الترمذی
وصححه واخرجه الخطیب وقد تقدم
من حدیث علی قال لما کان یوم الحدیبیة خرج الینا
ناس من المشرکین الی آخره ص ۱۴۱
یعنی اور اسی حدیث سے حضرت نے تہدید کیا تھا
قریش کو جیسا کہ ترمذی نے اسکی روایت کی ہی اور
صحیح کہا ہی اُسے اور خطیب نے اُسکی تخریج کی ہے اور پہلے
مذکور ہوئی حدیث علی کہ بروز حدیبیہ مشرکین آئے تھے
حضرت کے پاس تا به آخر یہ جس سے بصراحت تمام معلوم ہوا
کہ یہ دوسرا واقعہ ہے جو حضرت نے فرمایا کیونکہ پہلا واقعہ
تو وہی ہی جو جنگ حدیبیہ مین ارشاد ہوا۔ پھر وفد ثقیف
سے فرمایا پھر اسطرح بہرحال یہ آیہ نص ہے ہمین کہ حضرت
کو حکم صریح حاصل تھا کہ آپ اُن لوگون سے مقاتلہ کرین
جو دین سے مرتد ہون اور اسلام کی مخالفت کرین۔
دوسرا آیہ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا
فاصلحوا بینهما فان بغت احدٰهما علی الاخری فقاتلوا
التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینهما
بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین ہی۔
جو صریح آیہ ہی دفع بغاوت کے بارے مین کہ یہانتک اُنسے
جنگ کرو کہ وہ رجوع کرین طرف دین حق کے اور
ہمین کسیکو عذر ہی نہین ہوسکتا کہ یہ لوگ باغی تھے
کیونکہ بجز جناب امیرؑ اسوقت کسیطرح کا کوئی امام نہ تھا
جسکی مخالفت پر بغاوت کا اطلاق ہوسکے اور آجتک
کسی نے اسمین تردد بھی نہین کیا ہی کہ وہ سب باغی تھے
یہ سب نصوص صریحہ ہین اگرچہ بہ لفظ عام ہین۔ مگر
قرائن و شواہد سے خاص ہی کہ غیر حضرت مراد نہین
ہوسکتا۔ اِن سب کے علاوہ خود رسول نے بتصریح اُسی
اِن بغاوتون کی خبر دی اور حکم صریح دیا۔
علامہ محمد بن اسمعیل صلاح امیر روضہ ندیہ شرح تحفہ علویہ

مین لکھتے ہین وما دلت علیہ القضایا المذکورۃ
عظم مقام امیر المومنین فان رسول اللہ صلعم
امرہ بقتال الطوائف مع انھم ما خرجوا
عن الایمان ولا کفروا باللہ ورسولہ بل
بعصیانھم امیر المومنین بالنکث علیہ
وعدم الدخول فی طاعتہ وسبہ و
تکفیرہ فانہ علق الامر بالقتال بالنکث وما
ذکر معہ فدل علی انہ علۃ القتال ولا یقال ان
امیر المومنین قال فی کلامہ فی الخوارج قد
سفکوا الدم الحرام واغاروا علی سرح الناس وانہ جعل
علۃ قتالھم وکذلک اھل الجمل لو بیادھم بالقتال
حتی بدؤہ فدل ان قتالھم لیس لعدم طاعتہ بل
للفساد فی الارض والبغی علی المسلمین لانا نقول
لا مانع من تعدد العلۃ وانہ ع مسامح فیما الیہ
واستانیھم رجاء رجوعھم فلما اتحقق منھم عدم
الانابۃ بل تحقق منھم الزیادۃ علی ما کان
مقتضیا لما قتالھم فحم اقدام علیھم وا
ھذا خاص بہ اعنی قتل من نکث اولم یبایع او کفرہ
او فارق طاعتہ ص ۴۶

یعنی ان قضایا سے ظاہر ہی **عظمت مرتبہ**
جناب امیر المومنین کہ حضرت رسول نے آپکو حکم دیا
قتال کا ان **تینون فرقون** کے ساتھ (ناکثین ۔
قاسطین ۔ مارقین) حالانکہ نہ وہ اسلام سے خارج
ہوئے تھے نہ کفر کیا تھا خدا ورسول کے ساتھ ۔ بلکہ صرف
اسوجہ سے انکے قتال کا حکم دیا کہ انھون نے مخالفت کی
تھی امیر المومنین کی ۔ اور آپکی اطاعت نہ کی اور سب
وتکفیر پیش آئے ۔ کیونکہ حضرت نے حکم قتال کو معلق کیا ہی

نکث بیعت کے ساتھ اور دوسرا کوئی امر اسکے
ساتھ نہین ذکر کیا لہذا معلوم ہوا کہ **بحکم** رسول مجرد
عصیان علۃ قتال ہی
اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جناب **امیر ع** نے اپنے کلام
مین جو وجہ قتال **خوارج** ذکر کیا تو اسکو فرمایا کہ انھون نے
خونریزی کی اور **مال لوگونکا** لوٹ لیا اور مسلمانون پر
زیادتی کی ۔ اسیطرح **اہل جمل** کے ساتھ حضرت نے
اسوقت جنگ شروع کی کہ خود انھون نے ابتدا کی ۔ لہذا
معلوم ہوا کہ حضرت نے محض اسوجہ سے نہین جہاد
کیا کہ انھون نے آپکی اطاعت نہ کی تھی ۔ بلکہ اسوجہ سے
کہ وہ باعث فتنہ وفساد ہوئے اور خونریزی اور لوٹ
مار کے مرتکب ہوئے ۔
تو اسکا یہ جواب دینگے کہ یہ ضرور نہین کہ علۃ ایک ہی
ہو (عصیان) بلکہ بہت سی علتین ہو سکتی ہین ۔
(یعنی یہ امور بھی اسباب قتال ہین تھے) اور حضرت نے
ابتک اسکے ساتھ **مسامحہ** کیا (یعنی وہ بمجرد نافرمانی
مستحق قتل تھے مگر حضرت نے چشم پوشی کی) اور درگذر
کیا کہ شاید امر حق کیطرف رجوع کرین جب بخوبی ثابت
ہو گیا کہ وہ کسیطرح امر حق کیطرف رجوع نہین کرتے ۔
بلکہ اور سرکشی وتمرد انکا ترقی کر رہا ہی کہ اب پورے
طور پر مستحق قتال ہو گئے ۔ تو حضرت نے قتال پر اقدام
کیا ۔ اور یہ امر حضرت کے مخصوصات سے ہے کہ آپ اپنے
مخالفون کو قتل کرین ۔ یا اُن لوگون کو جنھون نے بیعت
نہ کی ۔ یا تکفیر کے مرتکب ہوے اور انکی اطاعت و
فرمانبرداری سے علیحدہ رہے ۔ (تمام ہوا ترجمہ روضہ ندیہ)
اس عبارت نے آپکو بتا دیا کہ رسول اللہ کا حکم خاص
آپکو یہی تھا کہ جو شخص آپکی نافرمانی کرے اور اطاعت

وانقیاد نہ کرے اُس سے قتال کرو اُسکو قتل کرو۔ مگر باانیہمہ حضرت نے اسپر اُسوقت تک نہ اقدام کیا کہ وہ سب اسباب جمع ہون جنسے ہر عاقل کے نزدیک جہاد کرنا لازم ہو۔ بخلاف اسکے ابو بکر صاحب کے قتال کو آپ دیکھ چکے کہ کسطرح ناجائز تھا۔

حضرت کا اجتہاد اگرچہ اس تحقیق کے بعد اب کوئی ضرورت نہین رہی کہ اسپر زیادہ روشنی ڈالین کیونکہ نص قطعی کے بعد کسی اجتہاد کی ضرورت نہین رہتی مگر چونکہ آپ خلقی طور پر حلیم و رحیم پیدا ہوئے تھے حدیث المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ ہر وقت پیش نظر تھی۔ حضرت نے اپنی پوری کوشش اور پورے جہد کو اس بارہ مین صرف کیا کہ ان لوگون کے ساتھ کیا کرنا چاہیے نہ اس لحاظ سے کہ کسطرح کا آپکو اسمین شک یا تردد ہو بلکہ اس لحاظ سے کہ اگر قتال کرتے ہین تو اسقدر صحابہ۔ اور ظاہری مسلمان قتل ہوتے ہین اگر سکوت کرتے ہین تو اس خونریزی اور فساد مین اور بھی ترقی ہوتی ہو کیونکہ خلافت خلیفہ اول سے انکو چسکا پڑا ہوا تھا کہ جہانتک ہوسکے لوٹ مار کرنا چاہیے اور ناجائز وسائل سے کام نکالنا چاہیے۔

اس کوشش اور غور و تامل کو حضرت اپنے ان لفظون مین ادا فرماتے ہین کہ جسکی روضہ ندیہ مین ہو۔

عن مالک بن الجون قال قام علی بالربذۃ فقال من احب ان یلحقنا فلیلحقنا و من احب ان یرجع فلیرجع مادونا لہ غیر حرج فقام الحسن بن علی فقال یا ابت او یا امیر المومنین لقد کنت فی حجر و کان للعرب فیک حاجۃ

لا ستنجر جوک من حجرک فقال الحمد للہ الذی یبتلی من شاء بما شاء اما واللہ لقد ضربت ھذا الامر ظہر البطن او ذنبا و راسا فو اللہ ان وجدت لہ الا القتال و الکفر باللہ فخلف باللہ علیہ اجلس یا بنی و لا تحن حنین الجاریۃ اخرجہ ابو الجہم ذکرہ المحب الطبری و لما التقا الفریقان یوم الجمل صف امیر المومنین الناس ثم نادی لا یرمین رجل بسہم و لا یطعن برمح و لا یضرب بسیف و لا تبدؤا لیوا بالقتال و کلموھم بالطف کلام لان ھذا مقام من فلج فیہ فلج یوم القیمۃ فلم یزل وقوفا حتی تعالی النہار فنادی القوم باجمعہم یا ثارات عثمان فنادی علی محمد بن الحنفیۃ ما یقولون قال یقولون یا ثارات عثمان فرفع علی یدیہ فقال اللہم کب الیوم قتلۃ عثمان لوجوھہم و عن محمد بن عمر بن علی ابن ابیطالب لم یقاتل یوم الجمل حتی دعا الناس ثلاثا حتی اذا کان یوم الثالث دخل علیہ الحسن والحسین و عبد اللہ بن جعفر فقالوا قد اکثروا فینا الجراح فقال یا ابن اخی واللہ ما جہلت شیئا من امرھم الا ما کانوا فیہ و قال لی ماء فصب لہ ماء فتوضی ثم صلی رکعتین حتی اذا فرغ رفع یدیہ و دعا بہ و قال ان ظہرتم علیہم فلا تطلبوا مدبرا و لا تجہزوا علی جریح و انظروا ما حضروا بہ الحرب من انیۃ فاقبضوہ و ما کان سوی ذلک فہو لورثتہ و عن بشر الشیبانی فی قصۃ حرب الجمل قال فاجتمعوا بالبصرۃ فقال علی من یاخذ المصحف ثم یقول لہم ماذا تنقمون

ترىقون دماءنا ودماءكم فقال رجل انا يا امير المومنين قال انك مقتول قال لا ابالى فاخذ المصحف فذهب به اليهم فقتلوه ثم قال من الغد مثل ما قال فقال الرجل انا فقال انك مقتول كما قتل صاحبك قال لا ابالى فذهب فقتل ثم قال كلهم واحد قد حل لكم قتالهم الآن فبرز هولاء وهولاء فقتلوا قتالا شديدا فرد عليهم ما فى لعسكر حتى القدر ذكر هذه الاحاديث الثلثة الحافظ السيوطى ص ۳۲

(ترجمہ) یعنی مالک بن جون سے روایت ہے کہ جب حضرت بقصد جنگ بصرہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ تو بمقام ربذہ قیام کیا (جہان ابوذر صحابی رسول مدفون ہین کہ عثمان نے انکو مدینہ سے خارج کیا تھا) اور فرمایا کہ جو شخص چاہے ہم سے ملحق ہو۔ (یعنی ساتھ چلے) اور جو چاہے پھر جائے تو پھر جائے اُسکو اذن ہے بغیر کسی حرج کے (یہی کلام جناب امام حسین علیہ السلام تھا بروز عاشورہ) پس کھڑے ہوئے امام حسنؑ اور فرمایا کہ اے بابا اے امیر المومنینؑ اگر آپ تھر کے اندر بھی چھپے رہتے۔ تو عرب آپکے ایسے محتاج تھے کہ وہان سے بھی باہر لاتے (اپنی غرض کے لیے) پس جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا حمد ہے اُس خدا کا کہ جسکو چاہتا ہے جس بات مین چاہتا ہے مبتلا کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے جس بات سے چاہتا ہے معاف کرتا ہے۔ آگاہ ہو قسم خدا کی ہمنے اِس امر مین اچھی طرح غور کیا ظاہر و باطن پر یا مقدم و موخر پر پس قسم خدا کی نہ پایا مین نے مگر جنگ کرنیکو یا کفر کرنیکو (یعنی اِس معاملہ مین یہی دو صورت ہے یا جنگ کرون نہین تو کفر اختیار کرون)، پھر قسم دی خدا کی کہ بیٹھ جاؤ اور لڑائی کیونکی

طرح نالہ نہ کرو اِس روایت کو نقل کیا ہے ابو جہم نے اور ذکر کیا ہے محب طبری نے جب بروز جمل دونو طرف کے لشکر آراستہ ہوئے اور صف قائم کیا امیر المومنینؑ نے تو آواز دی کہ کوئی شخص کسی پر تیر نہ چلائے نہ نیزہ لگائے۔ نہ تلوار مارے۔ آج کے روز جنگ کی ابتدا نہ کرو۔ اور کلام کرو بہ الطف کلام۔ پس برابر کھڑے رہے حضرت یہانتک بلند ہوا روز۔ اور دوسری طرف سے آواز بلند ہوئی یا ثارات عثمان یعنی انتقام عثمان لینا چاہیئے۔ حضرت نے محمد بن الحنفیہ سے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہین عرض کیا کہ یا ثارات عثمان کہتے ہین حضرت نے دونو ہاتھ اپنے بلند کیے اور فرمایا خداوندا آج قاتلان عثمان کو اُنکے منھ کے بھل گرا محمد بن عمر بن علیؑ راوی ہین کہ حضرت نے جنگ جمل مین اُسوقت تک جنگ نہ کیا کہ تین روز کی انکو مہلت دی جب تیسرا روز ہوا تو حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور عبد اللہ بن جعفر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اب تو ہمارے لشکر کے لوگ بہت زخمی ہوئے حضرت نے فرمایا اے برادرزادے مین بے خبر نہین ہون سب باتین مجھے معلوم ہین۔ تھوڑا پانی لاؤ حضرت نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔ پھر فرمایا اگر تم فتحیاب ہو تو جو بھاگ جائے اُسکا پیچھا نہ کرو۔ جو زخمی ہو کر گرا ہو اُسپر حملہ نہ کرو۔ اور دیکھو جو چیزین لشکر مین ہین وہی تو لوٹی جائین آئینہ وغیرہ سے اور اسکے سوا جو کچھ ہے وہ اُنکے وارثون کا مال ہے۔ **بشر شیبانی** راوی ہین کہ جب سب جمع ہوئے بصرہ مین تو حضرت نے فرمایا کون تم مین سے ایسا ہے جو **مصحف** لیکر انکے پاس جائے اور پوچھے تم کیون بگڑے ہو جو خونریزی کرتے ہو اور ہمارا بھی خون کرتے ہو اور اپنا بھی۔ ایک

شخص آمادہ ہوا حضرت نے فرمایا مگر یہ جان رکھیو کہ تم قتل کیے جاؤ گے اُسنے کہا کوئی پروا نہین۔ مصحف لیکر وہان گیا اور حضرت کا پیغام پہونچایا پس قتل کیا گیا دوسرے روز بھی یونہی ایک دوسرا آدمی گیا تیسرے روز حضرت نے اجازت دی کہ اب تمکو حلال ہوا قتال اُنکا پس نہایت شدید جنگ ہوئی۔ پس رد کیا اُن پر یہان تک کہ دیکھی کو۔

اِس روایت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ جو شخص کوئی کام خدا کے لیے کرتا ہے اور اُسکی مرضی اور خوشنودی کا جویا ہوتا ہی کسطرح اُس کام پر اقدام کرتا ہی کیونکہ تمامی عقلا کو خونریزی اور قتل و غارت سے عقلاً اجتناب لازم ہی اور حتی الوسع اسپر اقدام نہین کرتا مگر بمجبوری یہی وجہ ہی کہ کل انبیا اور اوصیا بذات خود جنگ مین شریک رہتے ہین تا کہ اُن فرقون کو تعلیم کرتے رہین جس سے شرعی جہاد اور ملکی جنگ و جدل مین فرق ظاہر ہو۔ کیونکہ جنگ و پیکار دونون مین ہی خونریزی دونو مین ہوتی ہے جان کا نقصان دونو مین ہے فرق ہی تو اِسقدر کہ ایک جنگ کی غرض محض ہوا و ہوس ہے دوسرے کی غرض رضاے باری ہے، اِسی لیے خود جناب سالتمآب بنفس نفیس ہر اوس جہاد مین شریک رہے ہے جسکی اہمیت اور عظمت سے آپ واقف تھے تا کہ مسلمانونکو سمجھاتے رہین اور تعلیم دیتے رہین کہ کس حالت مین حملہ کرنا چاہیے اور کس ضرورت سے یہی رفتار جناب امیر ہے کہ حضرت جہاد کو تشریف لے گئے ہین اور کسطرح پھونک پھونک کر قدم رکھا رہے ہین کہ کوئی امر خلاف حکم خدا و رسول نہ ہونے پائے بخلاف دوسرونکے جنھون نے اِس حکومت کو ذریعہ ملک گیری قرار دیا اُنھون نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ڈاکوؤن اور لٹیرون کا ہی۔

جناب امیر کس وضاحت سے فرماتے ہین کہ مین نے غور و فکر کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا ہر پہلو و جوانب پر نظر کی۔ مگر دو بات کے سوا تیسری نہین نکلی یا تو انسے جنگ کرون۔ یعنی یہ واجب القتل ہین۔ اور اگر نہ جنگ کرون تو کافر ہو جاؤن کیونکہ واجب القتل کا چھوڑنا واقعاً باوصف اختیار کفر ہی کرنا ہی۔

اب آپ ہی فرمائیے حضرت ایسی حالت مین کیا کرتے کیونکہ ایک بات تو اختیار کرنا ضرور تھا یا ترک قتل کرین تو کفر لازم آتا ہی یا جہاد کرین تو ہزارون صحابہ مارے جاتے ہین۔

جن لوگون کو اِسلام کی محبت نہو گی یا ترقی اِسلام کے خواہان نہ ہونگے وہ تو یہی کہین گے کہ ترک اسلام بہتر تھا کیونکہ یہی اصلی مقصد اُنکا ہی اور اِسی کی تعلیم دی گئی ہے کیونکہ جنگ احد مین بھی حضرت کا یہ خیال تھا کہ ترک جہاد کرنا مستلزم کفر ہے اور بزرگان اہل سنت کا خیال یہ تھا کہ جان کی سلامتی مقدم ہی اگرچہ اِسلام جائے کیونکہ وہ اِسلام ہی کب لائے تھے چنانچہ تاریخ خمیس مین ہی انتہی انس بن النضر عم انس بن مالک الی عمر بن الخطاب و طلحة بن عبید الله فی رجال من المہاجرین والانصار وقد القوا بایدیہم فقال ما یجلسکم قالوا قتل رسول الله قال فما تصنعون بالحیوۃ بعدہ قوموا فموتوا علی ما مات علیہ رسول الله ثم استقبل القوم فقاتل حتی قتل ص ٨٨ جلد اول یعنی انس بن نضر عم انس بن مالک نے دیکھا کہ عمر بن الخطاب اور طلحہ مع دیگر مہاجرین و انصار چپ

جاب ہاتھ پر ہاتھ دیے بیٹھے ہین تو انس نے پوچھا کیون بیٹھے ہو کہا کہ رسول اللہ تو قتل ہو گئے۔ انس نے کہا پھر تم بھی اُسی راہ مین مر جاو جس راہ پر حضرت نے وفات کی بعد اُسکے انس چلے گئے اور جا کر لڑے یہان تک کہ شہید ہوئے جس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ کس خیال کے تھے کیونکہ آخر انس نے بھی وہی خبر غلط سنی تھی مگر اسلامی حمیت نے اُنکو بیٹھنے نہ دیا اور باوصف استماع خبر شہادت رسول اللہ اُنھون نے بھی جہاد کیا مگر یہ لوگ بیٹھے کے بیٹھے رہے۔

نہین نہین بلکہ دوسری فکرین ہو رہی ہین کہ کسیطرح ابوسفیان سے جان بخشی کی استدعا کیجائے چنانچہ اُسی تاریخ خمیس مین ہے قال بعض المسلمین لیت لنا رسولا الی عبد اللہ بن ابی فیاخذ لنا امانا من ابی سفیان ص ۴۲۹ یعنی کاش ہمکو ایک قاصد ملتا کہ اُسکو عبد اللہ بن ابی کے پاس بھیجتے کہ وہ ہمارے لیے ابوسفیان سے امان حاصل کرتا۔

غرض جس سے ہمکو دیکھا جائے ایسے موقع مین بجز جدال و قتال کے معمولی عقل والے انسان کو بھی چارہ نہین کیونکہ فتنہ و فساد کا دبانا ہر عاقل پر لازم ہے باغیون کی سرکوبی تمامی ملل مین لازم۔ پھر جناب امیرؑ کیونکر اسکے خلاف کرتے نہ صرف مورد اعتراض عقلاے عالم بنتے بلکہ حکم صریح خدا و رسول کے مخالفت لازم آتی۔ آخر حضرت علیؑ مسلمان تھے مومن تھے امیر المومنینؑ تھے کیونکر ممکن تھا اسکی مخالفت کر کے راہ کفر کو اختیار کرتے خدا رحم کرے اُن مسلمانون پر جو سب حالات جانتے ہین اور بخوبی واقف ہین۔ مگر صرف اس وجہ سے اعتراض کرتے ہین کہ شیعہ آپکو امام معصوم سمجھتے ہین حالانکہ اصول مسلمہ اہل سنت سے کوئی متنفس نہ آپکی امامت سے انکار کر سکتا ہے۔ نہ عصمت سے پھر بجز اسکے کیا چارہ ہے کہ اُن لوگون کے حق مین دعا کرین یہان آپکے پیش نظر دونون واقعہ موجود ہین کہ ابوبکر صاحب نے بلا استحقاق کسطرح خلافت پر قبضہ کیا اور خلاف حکم خدا اور رسول کسطرح ہزارون لاکھون مسلمانون کو قتل کیا اور جلایا [1] جسپر مرتے وقت وہ افسوس [2] بھی کرتے ہین کہ کاش ہم حضرت سے پوچھے ہوتے۔ کاش یہ نہ کیے ہوتے۔ مگر اُسپر اہل سنت کو کوئی اعتراض نہین۔ اور اعتراض ہے تو قتال جناب امیرؑ پر جس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ کیسے مسلمان ہین اور اُنکا کیسا اسلام ہے جو حکم خدا رسولؐ بلکہ قول خدا اور رسولؐ پر اعتراض کرتے ہین اور اُسی دشمن اسلام سے محبت ہے جسنے اسلام کو اسطرح تباہ و برباد کیا کہ بالخصوص اُن مظالم کے دفعیہ مین جناب امیرؑ کو یہ زحمت اُٹھانی پڑی۔

[1] وحشی سے وحشی قوم نے بھی ایسی کارروائی نہ کی ہوگی کیونکہ آجتک کسی نے یہ حکم نہین دیا ہوگا کہ دشمن کو زندہ جلا دو یا گھر مین آگ لگا دو مگر اس خلافت کے مخصوصیات سے ہے کہ اس بوڑھے نرم دل خلیفہ کا دل خلافت پاتے ہی ایسا سخت ہو گیا کہ خلافت پر قدم رکھتے ہی مخالفین خلافت کے لیے حکم عام دیا تھا کہ فاقتلوا واحرقوا۔ یعنی مار ڈالو اور جلا دو۔ تاریخ طبری مین ہے ان ابا بکر کان من عهده الی جیوشه اذا غشیتم دارا من دور الناس فسمعتم فیها اذانا للصلوٰة فامسکوا عن اهلها حتی تسئلوهم ما الذی نقموا وان لم تسمعوا اذانا فشنوا الغارة فاقتلوا واحرقوا۔ یعنی ابوبکر کا حکم اپنے لشکر سے یہ تھا کہ جب کسی گھر پر پہونچو اور اذان کی آواز سنو تو اُنسے کچھ نہ تعرض کرو اور وجہ ناراضی کو

۲ تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۱۱ [illegible]

آپ نتیجہ پر جاتے ہین اور اُسکے اسباب پر نہین نظر کرتے کہ کیون نتیجہ دیر مین نکلا اور کیون خراب نکلا۔

آپکو اِسپر ناز ہو کہ ابو بکر صاحب نے اپنی ڈھائی برس کی خلافت مین باغیون کو بھی سر کیا اور فتوحات بھی ہوئے لیکن جناب امیرؑ کی خلافت چار برس رہی اور کچھ نہو سکا یا ہوا تو بدتر۔

مگر اِسپر نہین غور کرتے کہ جن لوگونکو ابو بکر نے سر کیا اُنھین رسول اللہ نے دس برس مین سر کیا تھا تو کیا ابو بکر صاحب رسول اللہ سے بھی افضل تھے یا انکی قوت انتظامیہ حضرتؐ سے بھی بڑھی تھی کیا کوئی مسلمان اِسکا دعوی کر سکتا ہی ہرگز نہین پھر کیا تھا۔

اسباب کامیابی

خلافت ابو بکرؓ اسوقت قائم ہوئی جب ممالک اسلام انتظام جناب امیرؑ کے ذریعہ سے بعہد رسول ہر طرح کامل و مکمل تھا کسیطرح کا اختلال نہ تھا جو کسیکو درست کرنیکی ضرورت ہوتی۔ بلکہ اس اچانک خلافت سے دفعتہً ایک اختلال پیدا ہو گیا تھا جو صرف سکوت جناب امیرؑ سے فرو ہو گیا۔ کیونکہ اُنکا دعوی یہ تھا کہ اگر خاندان رسالت سے یہ خلافت خارج کیجاتی ہے تو ہم زیادہ مستحق ہین کیونکہ ہمیشہ سے معزز رہے ان ارذال کو اس سے کیا تعلق جب جناب امیرؑ کی طرف سے کسیطرح امداد اُنکو نہ ملی تو وہ سب بھی ساکت ہو گئے جس سے سارا قصہ طے ہوا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دریافت کرو۔ اور اگر اذان کی آواز نہ سنو تو لوٹ مار کرو اور قتل کرو اور جلا ڈالو۔
کیا کوئی متنفس کسی دوسری وحشی قوم کی ایسی مثال پیش کر سکتا ہی کہ اُسنے جوش حکومت مین ایسا ظالمانہ حکم صادر کیا ہو کہ دشمن کو جلا ڈالو اور کیا ایسا حکم دینے والا آدمی کہا جا سکتا ہی۔ اسلام کے تمام احکام کا دارومدار قرآن اور سنت رسول پر ہی کیا کوئی شخص قرآن و حدیث سے یہ حکم نکال سکتا ہی کہ کافر مرتد کے لیے حکم ہی کہ عام طور سے وہ قتل کیا جائے اور جلوا دیا جائے؟ پھر کیا یہ اسلامی حکم قرار پا سکتا ہی ہرگز نہین۔ چنانچہ تاریخ خمیس مین ہی کہ ابو بکر نے خالد کو لکھا (غالباً یہ خط عمر صاحب سے چھپا کر لکھا گیا ہو) ان اظفرک اللہ باھل الیمامۃ فایاک والابقاء علیھم اجھز علی جریحھم واطلب مدابرھم واحمل اسیرھم علی السیف وھول فیھم القتل واحرقھم بالنار وایاک ان تخالف عن امری والسلام علیک (ترجمہ) یعنی اگر خدا تجھے مظفر کرے اہل یمامہ پر تو ہرگز ان مین سے کسیکو نہ چھوڑنا زخمیونکو قتل کرنا۔ بھاگے ہوؤن کی تلاش کرنا۔ قیدیونکو قتل کرنا۔ اور آگ سے جلا دینا۔ خبردار میرے حکم کے خلاف نہ کرنا۔ کیا آپنے کسی قوم کا جنگی قانون ایسا دیکھا ہو کہ قیدی پر رحم کرنا نہ زخمی پر ایک کو زندہ نہ چھوڑنا ایک کو بے جلائے نہ رہنے دینا۔ ابھی جنگ جاپان و روس کی یادگار تازہ ہو کل کی بات ہے دیکھو جنھین تم کافر کہتے ہو اُنھون نے کس انسانی ہمدردی سے کام لیا ہے زخمیونکے لیے ہسپتال کھلی تھی کیسی کیسی شریف زادیان خدمت کو حاضر تھین۔ قیدیان جنگ کس آرام و آسائش سے عمدہ مکانونمین آسائش کرتے اور غذائے لذیذ سے ہر وقت متنعم ہوتے۔ مگر بوڑھے نرم دل۔ رقیق القلب خلیفۂ اول ابو بکر صدیق کا یہ حکم تھا نہ قیدی زندہ بچے اور نہ زخمی۔ قتل عام کرو اور تلوار سے سب کام تمام ہو تو آگ لگا دو۔ واہ رے اسلام واہ ری آپکی نرم دلی۔ مورخ کامل ذکر ردہ بنی عامر وہوازن و سلیم مین لکھتے ہین فاتوہ بھم فقتل بھم وحرقھم با رضخھم بالحجارۃ ورمی بھم من الجبال ونکسھم فی الآبار وارسل الی ابو بکر یعلمہ بالفعل ص ۳۳ جلد ۲

اور لوگ اسکو فتح سمجھتے ہین۔ بخلاف جناب امیر علیہ السلام کہ حضرت نے خلافت اُسوقت قبول کی جب عام بدنظمی پھیل چکی تھی۔ ہر ہر صوبہ مین بغاوت سرکشی کا مادہ پورا آچکا تھا طوائف الملوکی کا نقشہ تھا کہ خلیفہ اپنے عہدہ دارونکو بغرض امداد طلب کرتے ہین کوئی نہین آتا۔ ایسے حال مین جناب امیر علیہ السلام اِسقدر جلد کیونکر اس فساد کو درست کرسکتے تھے۔

(۲) خلافت ابوبکر اُسوقت قائم ہوئی جبکہ کسی قسم کی سازش اس غرض سے نہین کی گئی تھی کہ کسی خاندان خاص مین یہ خلافت نہ جانے پائے کیونکہ اگرچہ رسول اللہ نے ابتداے بعثت سے خلیفہ اپنا مقرر کردیا تھا اور آخری زمانہ مین بوقت معاودت حجۃ الوداع اُسکا باضابطہ اعلان بھی کیا تھا۔ مگر یارون نے اُسمین ایسی تاویلین کین کہ اولاً بہتونکو تو اصل حکم ہی نہ معلوم تھا اور جنھین معلوم تھا وہ سب اِس مشورہ مین شریک تھی کہ ایسا نہونے پائے۔ لہذا اصحابہ کی مخالفت کا انتظام پہلے سے مکمل تھا ہر شخص اُسمین ساعی ہے کہ کبھی نہ کبھی ہمارا قبیلہ بھی سردار ہوگا۔ جناب امیرؑ کی خلافت اِس طریقہ پر قائم ہوئی کہ ۲۶ برس اُسمین صرف ہوچکے ہین کہ اِس خاندان مین خلافت نہ جانے پائے۔ اب رعایا ارکان سلطنت وہی لوگ ہین جو اِسپر مصمم ہین کہ کسیطرح آپ خلیفہ نہوسکین۔

(۳) ابوبکر کی خلافت مین ساعی اور مدبر وہ کل صحابہ ہین جنکی خواہش تھی کہ خاندان رسالتؐ مین خلافت نہ جانے پائے مخالف ہین تو بیرونجات کے قصباتی دیہاتی جنکے پاس نہ آلات حرب درست ہین نہ تجربہ کار ہین نہ مال ہے نہ اتفاق کیونکہ متفرق وہاتو نہین آباد ہین جناب امیرؑ کی خلافت مین ساعی اور کوشان زیادہ بیرونجات کے لوگ ہین جنکے دباؤ سے خلافت تو حاصل ہوئی مگر وہ سب اپنے اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ اب جناب امیرؑ کے ساتھ وہی لوگ ہین جو قلبًا عداوت رکھتے ہین اور کسیطرح نہین چاہتے کہ آپکی خلافت چل سکے۔ یہی باعث ہے کہ ابوبکر کے مخالف وہ دیہاتی تھے جنکا زور فورًا توڑ دیا گیا اور جناب امیرؑ کے وہ لوگ مطیع ہین مگر جتنے لوگ ارکان دولت سمجھے جاتے تھے وہ سب مخالف ہین۔ پھر اتنا جلد کیونکر کامیابی ہوسکتی؟

(۴) ابوبکر کو خلافت پاتے ہی مال کافی مل گیا تھا کیونکہ اسود عنسی سے جنگ کا حکم حضرت دے چکے تھے اور فتح وفیروزی لشکر اسلام کی بھی خبر دے چکے تھے کہ آج کی شب اسود عنسی مارا گیا۔ وفات کے چند روز بعد فتح کی خبر آئی جسکے ساتھ مال غنیمت وغیرہ کا آنا بھی ضروری ہے۔ سپاہیون کے دل بڑھے ہوئے لشکر کی ہمت بڑھی ہوئی ہے۔ بخلاف جناب امیرؑ کہ حضرت نے اُسوقت خلافت قبول کی ہے جب خزانہ خالی لشکر پریشان بغاوت پر آمادہ پھر کیا اِسکی اصلاح ایسی آسان ہے۔؟

(۵) ابوبکر کی خلافت اُسوقت قائم ہوئی جب لشکر

(حاشیہ صفحۂ گزشتہ) یعنی اُنکو قتل کیا مثلہ کیا (جوڑ بند علحدہ) اور جلایا پتھرون سے کچلا پہاڑون سے گرایا۔ کنوئین مین ڈھکیلے گئے اور ابوبکر کو اسکی اطلاع دی۔ اگر آپ گذشتہ اور حال کی وحشی سے وحشی قومونکی تواریخ کو اُلٹ ڈالیے تو کہین آپکو اس تاریخی واقعہ کی نظیر نہ ملی گی کہ کسی نے کسی دشمن کے ساتھ یہ کارروائی کی ہو۔ اِسپر بھی اگر یہ خلیفہ رحیم نہ کہلائیگا تو کون اِس لقب کا مستحق ہوسکتا ہے ۱۲

اسلام تجہیز جیش اسامہ کے لیے تیار اور مرتب تھا انکی بدولت نہ جاسکا اب خلیفۂ وقت کو ہر طرح کی آسانی تھی جو اُنکے حسب دلخواہ خلیفہ ہوا تھا کہ جدھر چاہیں بھیجدیں۔ جناب امیرؑ کی خلافت اُسوقت قائم ہوئی جب نہ کوئی باضابطہ لشکر تھا نہ فوج تھی جو لوگ فوجی کام کرتے وہ سب خلیفہ کے اعمال سے متنفر تھے اور باغی ہو رہے تھے جنکے تفریق کی ضرورت تھی۔ پھر اگر حضرت کو واقعاً خلیفہ بھی وہ مانتے تو التزام کسی امر کا مشکل تھا چہ جائیکہ سبکی خواہش کے خلاف آپکی خلافت قائم ہوئی۔

(٦) ابوبکر صاحب کے مخالف چند دیہات ہیں جو ملک عرب میں محدود تھا۔ جہان کے حاکم وہ صحابہ ہیں جو ہوادار خلیفۂ اول ہیں۔ جناب امیرؑ کے مخالف بڑے بڑے وہ شہر ہیں جو ممالک اسلامی میں نامی گرامی تھے اور مخالف حضرت کے وہ لوگ ہیں جو اِن شہرون کے حاکم اعلیٰ کہ تمام شہر پر اُنکا قبضہ ہے۔

(٧) ابوبکر کے مخالف گو مسلمان تھے مگر وہ مرتد کہے گئے تھے جس سے ہر کس و ناکس کی ہمت اُنکے قتل پر بڑھ گئی کہ جہاد ہے۔ بخلاف جناب امیرؑ کے کہ آپ کے مخالف وہ لوگ ہیں جو کل تک ممالک اسلامی کے مالک اور فاتح تھے۔ اِسلام اگر نام تھا تو اُنکی ذات سے ملک قائم تھا تو اُنکے وجود سے۔ مدینہ کے یہی باشندہ تھے اور یہی حکمران۔ ممالک بیرونی مین اگر نام تھا تو انھین کا۔ روشناسی تھی تو انھین سے کیونکہ ایک طرف عبداللہ بن عمر ہین خلیفۂ دوم کے بڑے بیٹے جنکی صحابیت جنکے اختیارات نہ صرف اِسوجہ سے بڑھے تھے کہ وہ خلیفۂ دوم کے فرزند ارجمند ہین بلکہ اِسوجہ سے کہ وہ پہلے ہی سے نامور تھے کہ حضرت حفصہ زوجۂ رسولؐ کے بڑے بھائی تھے جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ تمام مسلمان اُنسے واقف تھے۔ دوسرے سعد بن ابی وقاص ہین جو خلیفۂ اول کے ساتھ ہی اسلام لائے تمام غزوات مین شریک رہے خلیفۂ اول کی اعانت مین اسیطرح سرگرم رہے۔ خلیفۂ دوم کے عہد مین کوفہ کے گورنر تھے۔ عشرۂ مبشرہ مین انکا نام داخل کیا گیا تھا۔ مرتے وقت تو خلیفۂ دوم نے انکو بھی خلافت کا اسیطرح حقدار بنایا تھا جسطرح خلیفۂ سوم کا نام لیا تھا۔ کیونکہ اُنھون نے یہی چھ نام لیے تھے۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد بن ابی وقاص۔ عبدالرحمن بن عوف عثمان۔ جناب امیرؑ۔ اب بتائیے اگر جناب امیرؑ فرماتے ہین کہ یہ مرتد ہو گئے تو کون مانتا ہے۔ کفر کا حکم انپر دیا جائے تو کون سنتا ہے۔ کیونکہ آجتک تو جتنے لوگ اسلام لائے ہین اسلام مین کوئی اثر دیکھ رہے ہین تو انھین کا۔ بلکہ جناب امیرؑ ایکطرح اُس حلقہ سے خارج ہین مشکوک نگاہ سے دیکھے جاتے ہین پھر کون ان لوگونکو مرتد کہہ سکتا تھا اور انکی کیا سماعت ہوتی۔ کیونکہ جو لوگ اصل حقیقت سے کچھ واقف تھے تو اکثر تو اُن مین مر چکے ہین مثل حضرت سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ حذیفہؓ۔ ابن مسعودؓ کے اور جو واقف کار ہین یعنی عمارؓ وغیرہ وہ طرفداری جناب امیرؑ کے ساتھ متہم ہین بہت سے صحابہ اُنسے بھی اسیطرح ناراض ہین جسطرح جناب امیرؑ سے ناراض تھے۔ پھر آپ کیونکر اُنکے ارتداد کا حکم دے سکتے تھے اور وہ حکم کب مقبول ہوتا۔

(٨) ابوبکر صاحب نے خلافت پاتے ہی کل اختیارات ملکی و فوجی اُن لوگونکو دیدیے جنکی صلاح و مشورہ سے

یہ خلیفہ بنائے گئے تھے جو وہ چاہتے کرتے نہ کسی سے
تعرض تھا نہ باز پرس۔ کوئی ضابطہ تھا نہ کوئی قاعدہ ہر
شخص خود مختار تھا جائز ناجائز جو کرتا دربار خلافت
مین سب منظور تھا۔ بطور نمونہ دو ایک واقعہ کیطرف
اشارہ کیا جاتا ہے ازالۃ الخفا مین ہے جاء عتبۃ
بن حصین والاقرع بن حابس الی ابی بکر فقال یا خلیفۃ
رسول اللہ ان عندنا ارضا سبخۃ لیس فیہا کلاء ولا
منفعۃ ان رایت ان تقطعناها لعلنا نحرثها
ونزرعها ولعل اللہ ان ینفع بها بعد الیوم فقال
ابو بکر لمن حولہ من الناس ما ترون قالوا لا باس
فکتب لهما کتابا واشهد فیہ شهودا وعمر ما کان
حاضرا فانطلقا الیہ لیشهد فی الکتاب فوجداه
قائما یهنأ بعیرا فقالا ان خلیفۃ رسول اللہ کتب لنا
هذا الکتاب وجئناک لتشهد علی ما فیہ افتقرءه ام
نقرءه علیک قال انا علی الحال التی ترایان ان شئتما فاقرأ
وان شئتما فانتظرا حتی افرغ قالا بل نقرء علیک فلما سمع
ما فیہ اخذه منهما ثم تفل فیہ فمحاه فتذمرا وقالا له
مقالۃ سیئۃ فقال ان رسول اللہ کان یتالفکما
والاسلام یومئذ ذلیل وان اللہ اعز الاسلام فاذهبا
فاجهدا جهدکما لا ارعی اللہ علیکما ان ارعیتما
فجاء الی ابی بکر وهما یتذمران فقالا له واللہ ما ندری
انت امیر ام عمر فقال بل هو لو کان شاء وجاء
عمر رض وهو مغضب حتی وقف علی ابی بکر
فقال اخبرنی عن هذه الارض التی اقطعتها
هذین اهی لک خاصۃ ام بین المسلمین
عامۃ فقال بل بین المسلمین عامۃ
فقال فما حملک علی ان تخص بها هذین

دون جماعۃ المسلمین قال استشرت الذین
حولی فاشاروا بذلک قال افکل المسلمین اوسعتهم مشورۃ
ورضی فقال ابو بکر قد کنت قلت لک انک
اقوی علی هذا الامر منی لکنک غلبتنی ص ۱۹۵ مقصد دوم
یعنی عتبہ بن حصین واقرع بن حابس نے آکر خلیفہ
اول سے کہا کہ ہمارے پاس کچھ زمین شورہ زار ہے
جسمین نہ گھاس ہے نہ اس سے کوئی نفع اگر آپ اسکو
بطور جاگیر ہمکو عنایت کرین تو ممکن ہے اسکو ہم آباد کرین
شاید کچھ اس سے ہمین نفع حاصل ہو۔ ابو بکر نے اپنے
پاس کے لوگون سے پوچھا سب نے کہا کوئی مضائقہ
نہین۔ ابو بکر نے ایک تحریر اس مضمون کی لکھدی
جسپر گواہی شاہدی بھی ہو گئی عمر اسوقت غیر حاضر تھے وہ
دونون اس دستاویز کو لیکر عمر صاحب کے پاس گئے کہ وہ بھی گواہی
کر دین۔ عمر اسوقت اپنے اونٹ کے تیل مل رہے تھے ان دونون نے
جا کر کہا کہ خلیفہ نے یہ تحریر لکھدی ہے لائے ہین کہ تم بھی گواہی کر دو
ہم پڑھکر سنائین یا تم خود پڑھو گے عمر نے کہا کیا اس حال مین کہ
تم دیکھ رہے ہو؟ یا تو خود پڑھو یا اتنا صبر کرو کہ ہم فارغ ہو جائین ان
دونون نے کہا ہم پڑھکر سناتے ہین جب سنا تو عمر نے وہ کاغذ لے لیا اور
اسپر تھوک کر اسکے حروف کو مٹا دیا جس سے وہ دونون
سخت برہم ہوئے اور بہت برا کلمہ کہا عمر نے کہا کہ
پہلے زمانہ مین رسول اللہ اسوجہ سے تم لوگون کی
تالیف قلب کرتے تھے کہ اسلام ذلیل تھا۔ اور اب
خدا نے اسلام کو عزیز کر دیا۔ اب جاؤ جو تم سے کوشش
ہو سکے کرو خدا تمپر رحم نہ کرے۔ اگر کچھ توقع رکھتے
ہو۔ وہ دونون اسیطرح غصہ مین ابو بکر کے پاس آئے
اور کہا نہین معلوم تم خلیفہ ہو یا عمر۔ ابو بکر نے کہا اگر
وہ چاہتے تو خلیفہ ہوتے۔ اسکے بعد عمر آئے غصہ

مین بھرے ہوئے اور ابوبکر کے پاس کھڑے ہوکر کہا کہ یہ زمین جو تمنے ان لوگون کو دی ہی کیا تمہاری خاص ہی یا کل مسلمانون کی ہی (ابوبکر) کل مسلمانون کی ہی (عمر) پھر کیا وجہ ہی کہ تمنے اِن دونون کو اس سے مخصوص کیا۔ اور جماعت مسلمین کو چھوڑ دیا (ابوبکر) ہمنے اِن لوگون سے مشورہ لیا سبنے راے دی لکھ دیا (عمر) تو کیا انکے مشورہ سے کل مسلمین کا مشورہ ہوگیا اور سب راضی بھی ہوگئے (ابوبکر) ہمنے تو اِسیوجہ سے کہا تھا کہ تم اِس امر مین زیادہ قوی ہو ہمسے مگر تمنے ہمکو مغلوب کر لیا۔

یہ نمونہ صرف اُسکا ہی کہ ابوبکر صاحب نے کُل اختیارات اُن لوگونکو دیدیے تھے جنھون نے خلیفہ بنایا تھا جس سے ہر شخص اس خلافت مین ساعی ہوا۔ ورنہ آپ سمجھ سکتے ہین کہ ابوبکر صاحب نے یہان کوئی بے ضابطگی نہین کی تھی جس سے یہ فیصلہ انکار دکر دیا جاتا کیونکہ۔

(۱) مدعی دو صحابی رسول ہین جنپر اسکا گمان نہین ہوسکتا کہ وہ جھوٹھ کہتے ہین یا دروغ کے مرتکب ہوئے کہ زمین آباد کو غیر آباد کہین۔

(۲) ایسی صورت مین فیصلہ کی صورت باجماع راے عمر و دیگر صحابی یہی قرار دی گئی تھی کہ معاملہ شورے سے طے ہو (کیونکہ حکم خدا اور رسول کی تو ضرورت نہ تھی) اُسکے مطابق ابوبکر صاحب کاربند ہوے کہ حاضرین دربار سے مشورہ لیا باتفاق راے یہ تجویز پاس ہوئی کہ یہ زمین غیر آباد ان دونون کو دی جائے جسپر ابوبکر صاحب نے لکھ بھی دیا گواہی مشاہدی بھی گزر گئی۔

(۳) اُن دونون صحابیون کی ایمانداری دیکھیے کہ اجماع مین چونکہ شرط اہل حل و عقد کی شرکت ہے اور یہ لفظ خاص عمر صاحب ہی کے لیے وضع کیا گیا تھا لہذا وہ اُنکے پاس بھی لے گئے کہ اجماع صحابہ مین شریک ہوکر گواہی کر دین۔ حالانکہ اگر وہ نہ بھی گواہی کرتے یا اختلاف کرتے تو اجماع سابق محقق ہوچکا تھا۔ فیصلہ مین کوئی خرابی نہ آتی۔ مگر اُن دونون نے ازراہ کمال احتیاط اُنکی شرکت کی بھی خواہش کی

(۴) قضاے کار وہ ایسے وقت پہونچے کہ عمر صاحب کا جلال و جبروت اُسوقت نمایان نہ تھا۔ ایک معمولی عرب کیطرح اونٹ کے قطران (تیل) مل رہے تھے جس سے اُنکا تکدر خاطر بدیہی ہے چنانچہ فرمایا اعلے الحال التی ترونہا یعنی کیا اِس حالت مین تم چاہتے ہو جسکو دیکھ رہے ہو۔ اسپر بھی عمر صاحب نے کہا کہ ٹھہر جاؤ یعنی ہم اس سے فارغ ہولین تو پھر دیکھین مگر وہ بھی کسی سبب سے مستعجل ہونگے جلدی بازی کی کہ اُسی وقت پڑھ کر سنا دیا۔

(۵) حق یہ ہی کہ اِس حالت مین غصہ کا آجانا بھی ضروری ہی کیونکہ یہ حد درجے کی گستاخی تھی جسکا نتیجہ وہی ہوا جو ہوا کہ ابوبکر کے نوشتہ پر تھوک دیا اور اُسکو چاک کر ڈالا

(۶) اُسپر اُن دونون صحابیون کو غصہ ہونا اور برا بھلا کہنا بھی لازمی تھا جسپر ابوبکر پر بھی برس پڑے کہ تم خلیفہ ہو یا وہ؟ کیونکہ سچ ہی خلیفہ تو وہی ہی جسکی سب اطاعت کرین اور حکم بجا لائین نہ وہ جسکے نوشتہ پر تھوک دیا جائے۔ ابوبکر کے پاس اِسکا جواب ہی کیا تھا بجز اسکے کہ کہتے وہی خلیفہ ہین اگرچہ ہین۔ جو ایک سچی بات تھی کیونکہ اصل خلیفہ تو وہی شخص ہوتا ہی جو کار خلافت کرے نہ وہ جو زیب مسند بنایا جائے۔

دیکھو استیعاب صـ۲۵ جلد اول و صـ۵۲۷ جلد دوم ۱۲

(۷) اسکے بعد ہی عمر صاحب بھی آئے کیونکہ باعث تفضیح ابوبکر صاحب ہی ہوے جنھون نے نہ اُنکے آنیکا انتظار کیا اور فیصلہ دیدیا نہ اُنکے پاس جانے سے روکا لہذا اُنکا غصّہ حق بجانب تھا اور جو کچھ کیا وہ نہایت مناسب۔

(۸) مگر اس سوال وجواب کی وجہ نہین معلوم ہوتی کیونکہ مسلمات سے تھا کہ خلیفہ کو ہر طرح کا اختیار ہوتا ہے تاہم ابوبکر نے کہا کہ ہمنے تو اِن لوگون سے پوچھ لیا تھا جس سے ظاہر ہوا کہ مسئلہ اجماعی ہوچکا کثرت رائے بلکہ اتفاق رائے سے پاس ہوگیا کہ دنیا چاہیے۔

(۹) لیکن عمر صاحب نے اپنے فوری اجتہاد سے پھر بھی اس فیصلہ کو غلط ٹھہرایا کیونکہ کہا "دو کیا اس رائے مین کل مسلمین شریک تھے"، اسکا جواب ابوبکر صاحب کیا دیتے کیونکہ کبھی یہ رائے قرار نہین پائی تھی کہ اجماع مین سب مسلمانونکی اتفاق رائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ پھر اُنکی خلافت ہی کہان رہتی ہے اور آجتک جتنے احکام صادر ہوے سب ہی تو اسی طور سے طے ہوے۔ لہذا نہ یہ کہہ سکتے تھے کہ تمنے کبھی ایسا قانون تو بنایا نہین کہ کل مسلمانونکی رائے کی شرکت کی ضرورت ہے۔ نہ یہ کہہ سکتے تھے کہ اِن لوگونکا فیصلہ سب پر حاوی ہوگیا کیونکہ یقیناً یہ قول غلط ہوتا لہذا یہ جواب دیا کہ "وہی اوجہ سے تو ہم کہتے تھے کہ تم زیادہ قوی ہو مگر تمنے ہمپر غلبہ کیا"۔

(۱۰) افسوس کہ اُس مجمع مین کوئی ایسا نہ تھا جو یہ پوچھتا کہ پھر تمکو تنہا کیا اختیار تھا جو اُس نوشتہ کو چاک کیا جسپر صحابہ کا اجماع ہوچکا تھا اور خلیفہ اُسکا امضا کر چکے تھے۔ صحابہ کی گواہیان ہوچکی تھین۔ اگر وہ ملک آئینی ہوتا تو بیشک عدالت کا مقدمہ ضرور قائم کیا جاتا۔ مگر جو سلطنت ۵۷ء کے غدر کے اصول پر قائم

ہوئی تھی اُس اندھیر نگری کا ذکر ہی کیا۔ ہان یہ نہ سمجھنا کہ عمر صاحب نے جو کہا تھا کہ "اسلام پہلے ذلیل تھا اب عزیز ہوگیا جاؤ جو تم چاہو کرو" ازراہ ہمدردی اسلام کہا تھا بلکہ اصلی وجہ غصہ کی وہی تھی جو مین نے پہلے عرض کیا کہ لوگ ایسے وقت مین جا پڑے تھے اور اسطرح کی گستاخی کی تھی کہ عمر صاحب کا غصہ ہونا لازمی تھا ورنہ پھر تو عمر صاحب نے اپنی ایسی فیاضیان کی ہین کہ عثمان صاحب کے جود وسخا کو بھی کوئی انسے نسبت نہ رہی استیعاب مین ہے قال ابوبکر کان عیینۃ یعد فی الجاھلیۃ من الجرارین یقود عشرۃ الاف وتزوج عثمان بنتہ فدخل علیہ یوما فاغلظ لہ فقال عثمان لوکان عمر ما اقدمت علیہ بھذا فقال ان عمر اعطانا فاغنانا واخشانا فاتقانا ص ۲۷۵ جلد دوم

یعنی یہی عیینہ (جسکا حال پہلے مذکور ہوا) زمانہ جاہلیت مین جرارون مین شمار کیا جاتا کہ دس ہزار فوج کا سردار تھا۔ عثمان نے اُسکی بیٹی سے عقد کیا تو ایک روز عیینہ نے عثمان کو غلیظ باتین کہین عثمان نے کہا اگر عمر ہوتے تو تم کبھی یہ جرأت نہ کرتے عیینہ نے کہا عمر نے تو اسقدر ہمکو دیا کہ غنی کر دیا اور اسقدر ڈرایا کہ ہم لوگ پرہیز کرنے لگے۔ پھر بتائیے کہ عمر صاحب کا قول اول اگر بنظر گستاخی نہ تھا تو کیا تھا کہ ایک وقت وہ ڈانٹ بتائی اور پھر اسطرح بخشش کی۔ دوسرا نمونہ اِسکے مشابہ یہ ہے کہ سیرۃ حلبیہ مین ہے وفی کلام سبط ابن الجوزی رحمۃ اللہ انہ رضی اللہ عنہ کتب لہا لفدک ودخل علیہ عمر رض فقال ما ھذہ فقال کتاب کتبتہ لفاطمۃ بمیراثہا من ابیہا فقال مما ذا تنفق

علی المسلمین و قد حاربتك العرب کما تری ثم اخذ عمر الکتاب فشقه ص٣١٩ جلد ٢ مطبوعہ مصر

یعنی سبط ابن الجوزی نے لکھا ہی کہ ابوبکر نے جناب سیدہ کے لیے دربارہ فدک ایک دستاویز لکھی تھی جسکے بعد عمر آئے تو پوچھا یہ کیا ہی۔ کہا کہ ہمنے یہ نوشتہ لکھا ہی فاطمہ کے لیے دربارہ انکی میراث پدری کے تو عمر نے کہا پھر مسلمانونپر کہان سے خرچ کروگے حالانکہ دیکھ رہے ہو کہ عرب تم سے کسطرح لڑرہے ہین اسکے بعد عمر نے اُس نوشتہ کو لیا اور چاک کرڈالا اب کہیے کہ جو خلیفہ ایسا ہو کہ اسکے وزرا اُسکے نوشتہ کو اسطرح چاک کردین کہانتک نہین یہ وزرا انکی خلافت و سلطنت مین ساعی ہونگے کیونکہ عام قاعدہ ہی کہ اگر ہم دوسرونکی خاطر کرینگے تو وہ بھی ہماری خاطر کریگا۔ ہمکو یہان اس سے کوئی بحث نہین کہ یہی ابوبکر صاحب نے پہلے حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث سے جناب سیدہ کو محروم کیا تھا نہ میراث دی نہ دعوی ہبہ سنا۔ یہانتک کہ وہ معصومہ اس درجہ رنجیدہ ہوئین پھر اب کیا ہوا جو اُنکا نوشتہ لکھ دیا۔ مگر دیکھنا یہ ہی کہ عمر صاحب نے اس تحریر کی ناجوازی کی دلیل کیا خوب نکالی کہ پھر مسلمانونپر جو عربون سے لڑرہے ہین کس قدر سے بخشش کیجائے گی۔ تو کیا اسوجہ سے حقدار محروم کیا جائیگا؟ شاید انھین دو تجربون نے ابوبکر صاحب کو اسپر مجبور کیا کہ جب اپنے بڑے داماد زبیر کو ایک جاگیر دی تو عمر صاحب سے مخفی کرکے کنز العمال مین ہی عن عروۃ قال دخلت علی معویۃ فقال لی ما فعل المسلول قلت هو عندی قال انا واللہ خططتہ بیدی اقطع ابوبکر الزبیر فقال الکتبہا فجاء عمر فاخذ ابوبکر الکتاب فادخلہ فی ثنی الفراش فدخل عمر فقال کانکم علی حاجۃ فقال ابوبکر نعم فخرج فاخرج ابوبکر الکتاب فاتممتہ ص٨١٩ جلد ٢۔

یعنی عروہ بن زبیر سے منقول ہی کہ ہم معاویہ کے پاس گئے تو پوچھا مسلول (نام زمین) کیا ہوئی مین نے کہا وہ میرے پاس ہی۔ معاویہ نے کہا قسم خدا کی مین نے اُسکو اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ ابوبکر نے زبیر کو دینا چاہا تو ہم سے کہا لکھدو اتنے مین عمر آگئے تو ابوبکر نے اُس کاغذ کو لیکر فرش کے نیچے تہ مین رکھدیا۔ عمر نے جو اُن دونون کو دیکھا تو کہا معلوم ہوتا ہی کچھ تخلیہ کی باتین ہین ابوبکر نے کہا ہان۔ جب عمر چلے گئے تو اُس کاغذ کو نکالا اور ہم نے اُسکو تمام کیا۔ دیکھیے یہ ہی ابوبکر صاحب کی رعایت کہ اپنے داماد کے لیے تو اسطرح لکھا کہ عمر کو آتے دیکھ کر اُس کاغذ کو چھپا دیا اور دختر رسول کے لیے نوشتہ لکھا بھی تو عمر سے کہدیا جسکو اُنھون نے وہین چاک کرڈالا۔

تیسرا نمونہ یہ ہی کہ اصابہ مین ہی بذیل ترجمہ خالد بن ولید وکان سبب عزل عمر خالدا ما ذکرہ الزبیر بن بکار قال کان خالد اذا جاء الیہ المال قسمہ فی اهل الغنائم ولم یرفع الی ابی بکر حسابا وکان تقدم علی ابی بکر بفعل اشیاء لا یراها ابوبکر اقدم علی قتل مالک بن نویرۃ ونکح امرءتہ فکرہ ذلک ابوبکر وعرض الدیۃ علی متمم بن نویرۃ وامر خالدا ان یطلق امرءۃ مالک ولم یران یعزلہ وکان عمر ینکر هذہ وشبہہ علی خالد

یعنی عمر نے خالد کو اسوجہ سے معزول کیا کہ جب خالد کے پاس کچھ مال غنیمت آتا تو وہ اُسکو جہادیونپر تقسیم کردیا کرتے اور ابوبکر کے پاس کبھی حساب کتاب اُسکا نہ بھیجتے۔ اور ابوبکر کے نزدیک اُنکا یہ درجہ ہو گیا تھا کہ جن باتون کو ابوبکر جائز بھی نہ جانتے یہ کر گزرتے چنانچہ مالک بن نویرہ

کو قتل کیا اور اسکی زوجہ سے عقد کر لیا جس سے کراہت
کی ابوبکر نے اور مالک کی دیت دی اُسکے بھائی متمم بن
نویرہ کو۔ اور حکم دیا خالد کو کہ زوجۂ مالک کو طلاق دے۔
مگر معزول نہیں کیا عمر ان باتوں پر خالد کی انکار کرتے
اسوجہ سے معزول کیا۔ اس نمونہ سے آپکو معلوم ہوگا کہ
ابوبکر صاحب نے خلافت لیکر ارکان سلطنت کو
اسطرح کی آزادی دیدی تھی کہ جسطرح چاہتے وہ مال
خرچ کرتے نہ اُسکا حساب ہوتا نہ کتاب جسطرح جی چاہتے
لوگ خونریزی کرتے اور یہ کچھ نہ پوچھتے اگر کوئی زیادہ دشمن
پر ہوتا تو مسلمانوں کے بیت المال سے دیکر اُسکو راضی کر لیتے
پھر بتلایئے ایسی خلافت کیونکر نہ چلتی جسکا ہر شریک ہر
ممبر بجائے خود سلطان ہو ہر شخص ہر طرح آزاد ہے
چاہے گھر لوٹے۔ جان سے مارے کوئی بازپرس نہیں
یہانتک کہ خود ابوبکر صاحب کے سامنے اُنکا نوشتہ
پھاڑا جاتا ہو مگر انکو یہی غنیمت ہو کہ لوگ خلیفہ رسول تو
کہہ رہے ہیں۔ چھ ہزار سالانہ وظیفہ تو مل رہا ہو جیسا کہ
تاریخ کامل میں ہو فکان الذی فرضوا لہ فی کل سنۃ ستۃ
الاف درھم ص۱۶۳ جلد ۲ چونکہ مقصد اصلی شرح حدیث
المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ،، ہے
کہ مسلمان وہ ہو جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمین سلامتی میں
رہیں۔ اور ضمناً ذکر وجوہ فرق شان خلافت خلیفہ اول و جناب
امیر ہو لہذا اگر کچھ سیرت حضرت کی دربارہ تقسیم مال غنیمت
بیان کیجائے تو نامناسب نہ ہوگا کیونکہ اس سے معلوم ہوگا
کہ خلافت خلیفہ اول میں حضرت رسول اللہ کی سیرت کسقدر
بدل دی گئی تھی تو واے برحال دیگران۔
علامہ ابن القیم زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں لکھتے ہیں وکان اذا ظفر بعدوہ امر منادیا فجمع الغنائم کلھا فبدء

بالاسلاب فاعطاھا لاھلھا ثم اخرج خمس الباقی فوضعہ حیث اراہ اللہ وامرہ بہ من مصالح
الاسلام ثم یرضخ من الباقی لمن لا سہم لہ
من النساء والصبیان والعبید ثم قسم
الباقی بالسویۃ بین الجیش للفارس ثلثۃ
اسھم لہ وسھمان لفرسہ وللراجل سہم
ھذا ھو الصحیح الثابت پھر لکھتے ہیں وکان یعطی
سہم ذوی القربیٰ فی بنی ھاشم و بنی المطلب دون
اخوتھم من بنی عبد شمس و بنی نوفل و
قال انما بنو المطلب و بنو ھاشم شئی واحد
و شبک بین اصابعہ وقال انھم لم یفارقونا
فی الجاھلیۃ ولا الاسلام پھر لکھتے ہیں وکان ینہی فی
مغازیہ عن النھبۃ والمثلۃ وقال من انتھب نھبۃ فلیس
منا وامر بالقدور التی طبخت من النھبۃ فاکفئت پھر
لکھتے ہیں وکان یشدد فی الغلول جدا ویقول ھو
عار و نار و شنار علی اھلہ یوم القیمۃ ولما اصیب غلامہ
مدعم قالوا ھنیئا لہ الجنۃ قال کلا والذی نفسی
بیدہ ان الشملۃ التی اخذھا یوم خیبر من الغنائم
لم یصبھا المقاسم لتشتعل علیہ نارا فجاء
رجل بشراک او شراکین لما سمع ذلک
فقال شراک او شراکان من النار ص۴۲ جلد اول
یعنے جب حضرت اپنے دشمن پر غالب ہوتے
تو منادی کو حکم کرتے کہ مال غنیمت کے لیے ندا کرے کل مال غنیمت
کو آپ جمع کراتے پہلے تو جن غازیوں نے کسی کو قتل کیا اُسکا
خود۔ زرہ تلوار وغیرہ انکو دیتے جسنے قتل کیا تھا پھر خمس نکالتے
اور اسکو اپنی مصلحت کے موافق تقسیم کرتے۔ پھر کچھ اُن لوگوں کا
حصہ نکالتے جنکا حصہ نہیں مقرر تھا لڑکوں عورتوں اور

غلامون سے اُسکے بعد مابقی کو تمام فوج پر برابر تقسیم کرتے
سوار کو تین - پیادہ کو ایک حصہ - اور سہم ذوی القربیٰ
کو بنی ہاشم و بنی مطلب کو دیتے - عبد الشمس و بنی نوفل کو
اُسمین سے کچھ حصہ نہ دیتے اور ممانعت فرماتے لوٹ مار سے
اور اس سے کہ مثلہ کیا جائے (یعنی ہاتھ پیر کان ناک کسی کے
کاٹے جائین) اور فرماتے کہ جو لوگ کسی کا مال لوٹ لیتے
ہین وہ ہم سے نہین ہین یہانتک کہ اُس دیگچی کو اُلٹوا دیا جسمین
مال منہوبہ سے کچھ پک رہا تھا - اور حضرت خیانت مال غنیمت
مین نہایت تشدد فرماتے اور کہتے کہ یہ عار ہے - نار ہے شنار
ہے آپکے غلام مدعم نے ایک تسمہ چرایا تھا جب وہ قتل
ہوا تو لوگون نے کہا اسے گوارا ہو جنت تو حضرت نے فرمایا ہرگز
نہین قسم اُسکی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ اُسنے جو تسمہ چرایا تھا
بمو زخیبر وہ شعلہ ور ہے اس پر - یہ سنکر ایک شخص ایک نعلبند یا دو نعلبند
لایا تو حضرت نے فرمایا یہ نعلبند آتش جہنم سے ہے -
اس سیرت رسول کو ملاحظہ فرمایئے اور پھر ابوبکر صاحب کی اس چپ رہنے
کو کہ خالد بن ولید اسطرح مال خدا کو ضائع کر رہا ہے اور یہ پوچھتے
بھی نہین - ایسے ایسے افعال قبیحہ اُس سے سرزد ہو رہے
ہین - خونریزی ہو رہی ہے - ہزارون مسلمان ذبح کیے جاتے
ہین - سر اُنکے کچلے جاتے ہین - مثلہ کیا جاتا ہے اور اُنکو ذرہ
برابر بھی درد نہین آتا - یہان اگر مجموعی طور سے دیکھا جائے
تو خلیفہ اول کے تین وزیر معلوم ہوتے ہین - خلیفہ دوم
جو وزیر اعظم ہین - ابوعبیدہ جو وزیر صیغہ مال ہین - خالد
بن ولید جو وزیر صیغہ جنگ ہین -
خلیفہ دوم کی تو حالت آپ ملاحظہ کر چکے تاریخ کامل مین ہے
قال له عمر انا اکفیك القضاء فمکث سنة لایاتیه
رجلان صـ ۱۶۱ یعنی عمر نے کہا ہم محکمہ قضا کا تمہاری
طرف سے کفایت کرتے ہین جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سال بھر بھر
دو آدمی بھی نہین آئے آپ جانتے ہین محکمہ قضا ایسا اہم
محکمہ ہے کہ تمام خصومات اور نزاعات کا فیصلہ اسی محکمہ مین
ہوتا ہے - اسی صیغہ کو عمر صاحب نے اپنے ہاتھ مین لیا جس سے
پھر سال بھر کوئی بھی اُس محکمہ مین نہین آیا - یہ تو بدیہی بات ہے
کہ نزاع باخود ہا تمدن کے لوازم سے ہے اور جسقدر ترقی رہی
زیادہ ہو گی اُسیقدر مقدمات رجوعات بھی زیادہ ہو گی - مگر یہ
کونسا جادو تھا جسنے سبکو مجبور کر دیا کہ اب کوئی آتا ہی نہین -
یہ اُسیوقت مین ہو سکتا ہے کہ جب قاضی فریقین پر ظلم کرے
یا جو فیصلہ اُسکا ہو خلاف حق جس سے فریقین اپنے مطالبہ سے
باز آئین کہ جب انصاف ہی نہین ہوتا تو پھر رجوع کیون
کیجائے -
ابوعبیدہ جراح وزیر صیغہ مال تھے تاریخ کامل مین ہے
قال ابو عبیدة انا اکفیك المال یعنی ابوعبیدہ
نے کہا کہ ہم صیغہ مال کی کفایت کرتے ہین جسکا پہلا
تصفیہ یہ ہوا کہ چھ ہزار سالانہ ابوبکر کا بیت المال سے مقرر
کیا گیا - علاوہ اُسکے جو حصہ اُنکو تقسیم غنیمت سے ملتا - بس ہزار
روپیہ اور تا وقت وفات بیت المال سے صرف کیا -
ابوعبیدہ کی امانت و دیانت کے متعلق چونکہ خود بخاری مین چند
روایتین موجود ہین لہذا اُنکی تفصیلی حالت تو انشاء اللہ
کتاب المناقب مین مذکور ہو گی - مگر وہ اپنی جو حالت خود
بیان کر رہے ہین قابل عبرت ہے ریاض النضرة محب طبری
مین ہے روی احمد فی مسندہ ان اباعبیدة
دخل علیه انسان وهو یبکی فقال ما
یبکیك یا اباعبیدة فقال یبکینی ان رسول اللہ
ذکر یوما ما یفتح اللہ علی المسلمین ویفیٔ
علیهم حتی ذکر الشام فقال ان نسأ فی اجلك
یا اباعبیدة فحسبك من الخدم ثلثة خادم

يخدمك وخادم يسافر معك وخادم يخدم اهلك ويرد عليهم وحسبك من الدواب ثلثة دابة لرحلك ودابة لثقلك ودابة لغلامك ثم ها انا انظر الى بيتي قد امتلا رقيقا وانظر الى مربطي قد امتلاء دوابا وخيلا فكيف القى رسول الله بعد هذا وقد اوصانا رسول الله ان احبكم الى واقربكم مني من يلقيني على الحال الذي فارقني عليها

یعنی مسند احمد بن حنبل مین ہی کہ ایک شخص ابو عبیدہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہین سبب گریہ پوچھا تو کہا کیونکر نہ روئین کہ ایک روز رسول اللہ نے مسلمانون کے فتوحات کا ذکر کیا اور اُنکے مال غنیمت کا تو فتوحات شام کے متعلق فرمایا اگر تو زندہ رہا تو اے ابو عبیدہ تین خادم اور تین جانور تیرے لیے کافی ہونگے ایک خادم تیرے لیے جو تیری خدمت کرے ایک خادم سفر کے لیے ایک خادم اہل و عیال کیلیے اور چارپایون سے ایک جانور تیرے لیے، ایک تیرے اسباب کے لیے ایک تیرے غلام کے لیے۔ یہ تو حضرت نے فرمایا تھا اور ہم دیکھتے ہین کہ ہمارا گھر غلامون سے بھر گیا ہی اور اصطبل گھوڑے خچر سے بھرے ہوے ہین۔ پھر کیونکر ہم ملاقات کرینگے رسول اللہ سے حالانکہ حضرت نے فرمایا تھا کہ سب سے زیادہ احب اور قریب ہم سے وہ ہی جو ہم سے اُس حال مین ملاقات کرے جس حال پر ہم چھوڑ گئے ہین انتہی اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ اگر یہ امانت دار ہوتے مال مسلمین مین خیانت نہ کی ہوتی تو اِسقدر لونڈی غلام گھوڑے خچر کہان سے ملتے کیا جو شخص دیندار ہوتا ہی وہ اِسطرح مال جمع کر سکتا ہی اور کیا بغیر خیانت اِسقدر مال جمع ہو سکتا ہی اور کیا ممکن تھا کہ یہ لوگ جناب امیر کو خلیفہ ہونے دیتے جنکو بالیقین معلوم تھا کہ حضرت کی تو وہی سیرت ہوگی جو رسول اللہ کی

سیرت تھی۔ ابو عبیدہ جس طبیعت اور جس طینت کے تھے اُسکا اندازہ اِس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہی کہ جب مسلمانون نے ملک شام پر قبضہ کر لیا اور رومیون کو وہان سے نکال دیا تو اُنھون نے ایک دفعہ ہجوم کر کے چاہا کہ اہل اسلام کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکین۔ اُسوقت ابو عبیدہ نے اپنے ماتحت سردارون سے مشورہ کیا تو یزید بن ابو سفیان کی راے ہوئی ہم اپنے اہل و عیال وغیرہ کو شہر حمص مین ٹھہرائین کیونکہ اُن لوگون سے مصالحہ ہو چکا تھا اور وہ اہل ذمہ قرار پا چکے تھے اُنپر ہر طرح سے اعتماد تھا۔ تو اُسپر شرحبیل بن حسنہ نے کہا ممکن ہی اہل حمص ہم سے غدر و بیوفائی کرین کیونکہ اگرچہ اہل ذمہ ہو گئے ہین مصالحہ ہو گیا ہی مگر ممکن ہی یہ رومیون کا ساتھ دین کیونکہ دونون ہم مذہب ہین اُسپر ابو عبیدہ نے کہا اگر ایسا ہے تو ہم پہلے ہی اہل حمص کی صفائی کر دین اُنکو شہر سے باہر کر دین تو شرحبیل نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہی کیونکہ اُنسے معاہدہ ہو چکا ہی صلح ہو چکی ہی غدر کیونکر کر سکتے ہین چنانچہ روضۃ الصفا مین ہی "ابو عبیدہ گفت بر مکان قلعہ اعتماد نیست ایشان را از حصار بیرون کنیم تا مردم ما مطمئن و آسودہ خاطر باشند شرحبیل گفت این صورت خلاف پیمان اہل اسلام است چہ ما با جماعتی عہد کردہ ایم کہ ایشان را از مساکن خود اخراج نکنیم"

اور روضۃ الاحباب مین ہی "ابو عبیدہ گفت اہل حمص را یارای آن نباشد کہ چنین غدری با ما بجا آرند چہ ایشان بر قوت و قدرت ما واقف اند و خوفی عظیم از ما در دلہای ایشان استیلا یافتہ اما چون تو مارا ازین امر تخویف نمودی رعایۃ للحزم رفع این توہم باید کرد مصلحت آن است کہ اہالی حمص را از منازل و اوطان ایشان ازعاج و اخراج

گنیم نسا و ذراری خویش بجای ایشان ساکن گردانیم وجمعے را از مسلمانان برائے محافظت وحراست حصار نزد ایشان بگذاریم شرحبیل گفت چگونہ عہدی کہ با ایشان بستہ ایم نقض نمائیم۔

اس عبارت سے تو آپکو بخوبی معلوم ہوا کہ یہ کس طبیعت کے آدمی تھے کہ غدر وبیوفائی مین اُنکو مطلق تامل نہ ہوا حالانکہ حسب روایات اہل سُنت اُنکو امین ہذہ الامۃ کا خطاب تھا کیا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ جس شخص کی طبیعت کا یہ انداز ہو کہ اُسکو غدر مین ذرہ برابر عذر نہ ہو وہ امین ہو سکتا ہے۔ اب آپکو اسکی وجہ بھی معلوم ہو گئی ہوگی کہ ابو بکر صاحب نے کیون ایسے لوگون کو انتخاب کیا۔ اسلیے کہ جانتے تھے غدر وبیوفائی مین یہ ہر طرح ہمارے معین ومددگار رہینگے۔

اس روایت مین چونکہ ذکر شرحبیل بن حسنہ بھی آگیا ہے در تاریخ کامل مین ہے کہ ابو بکر صاحب کیطرف سے شام کے حاکم ابو عبیدہ تھے اور شرحبیل لہذا کچھ اُنکے حالات بھی سن لیجیے تاکہ معلوم ہو جن لوگون کو خلیفہ اول نے ملکی اور فوجی اختیارات دیے تھے وہ کیسے تھے۔ شرحبیل چھ صحابیون کا نام ہے ایک شرحبیل بن حسنہ جو عمر بن الخطاب کیطرف سے حاکم ربع شام تھے المتوفی سنہ ۱۸ھ

دوسرے شرحبیل بن سمط کندی اُنکے بارہ مین استیعاب مین ہے وکان امیرا علی حمص لمعاویۃ ومات بہا وصلی علیہ حبیب بن سلمۃ وقیل انہ مات سنۃ اربعین قال ابو عمر کان شرحبیل بن سمط علی حمص فلما قدم جریر علی معاویۃ رسولا من عند علی حبسہ اشہرا یتحیر ویتردد فی امرہ فقیل لمعاویۃ عن جریر قد رد بصائر اهل الشام فی امر علی قد قتل عثمان ولا بد لك من رجل یناقض فی ذلك ممن له صحبة ومنزلة ولا نعلمه الا شرحبيل ابن السمط فانه عدو لجرير فاستقدمه معاوية فقدم عليه فهيأ له رجالا يشهدون عنده ان عليا قتل عثمان منهم بسر بن ارطاة ويزيد بن اسد جد خالد بن عبد الله القسري و ابو الاعور السلمي وحابس بن سعد الطائي و مخارق بن الحارث الزبيدي وحمزة بن مالك الهمداني قد واطاهم معوية على ذلك فشهدوا عنده ان عليا قتل عثمان فلقي جريرا فناظره فابى ان يرجع وقال قد صح عندي ان عليا قد قتل عثمان ثم خرج الى مدائن الشام يخبر بذلك وينادي الى الطلب بدم عثمان وله قصص طويلة وفيها اشعار كثيرة ليس كتابنا هذا موضوع بها وهو معدود في طبقة بسر بن ارطاة وابي الاعور السلمي ص ۶۰۵ جلد ۲۔

یعنی شرحبیل بن سمط معاویہ کیطرف سے حمص کا حاکم تھا سنہ ۴۰ھ مین اُسنے وفات کی جب جریر منجانب جناب امیرؑ معاویہ کے پاس قاصد بنکر آئے اور معاویہ نے اُنکو چند ماہ تک روکا کیونکہ وہ متحیر تھا کہ حضرت کو کیا جواب دے اور اپنے امر مین تردد کر رہا تھا۔ تو لوگون نے معاویہ سے کہا کہ جریر نے اہل شام کے خیالات کو دربارہ جناب امیرؑ بالکل بدلدیا اُنکو معلوم ہو گیا کہ جناب امیرؑ نے عثمان کو قتل نہین کیا کوئی آدمی ایسا ہونا چاہیے کہ جو جریر کے مقابلہ مین اسکو ثابت کرے کہ جناب امیرؑ نے عثمان کو قتل کیا۔ اس کام کے لیے ایسا شخص ہو جو صحابی رسول اور صاحب قدر ومنزلت ہو۔ اس کام کا کوئی دوسرا شخص نہین نظر آتا بجز شرحبیل بن سمط کے کیونکہ اُس سے اور جریر سے قدیمی عداوت تھی۔ معاویہ نے شرحبیل کو بلوا بھیجا اور چند

آدمیون کو اِسپر آمادہ کیا کہ اُنکی گواہی دین کہ حضرت علیؑ
نے عثمان کو قتل کیا چنانچہ معاویہ نے بسر بن ارطاۃ یزید بن
اسد جد خالد بن عبد اللہ قسری ابو الاعور سلمی حابس بن
سعد طائی مخارق بن حارث زبیدی حمزہ بن مالک ہمدانی
کو اِسپر آمادہ کیا۔ اُن لوگون نے شرحبیل کے سامنے گواہی
دی اُسکے بعد جریر سے ملاقات کی اور کہا کہ ہمپر ثابت ہو گیا
ہے کہ حضرت علیؑ نے عثمان کو قتل کیا اسکے بعد شرحبیل نے
دیہات اور قصبات شام کا سفر کیا اور ہر جگہ کے لوگون کو
اِسکی خبر دیتے تھے اور آمادہ کرتے تھے کہ خون عثمان کا بدلا لینا
چاہیے علیؑ بن ابیطالب سے۔ یہ قصہ بہت طولانی ہے جس کو
ہماری اِس کتاب سے تعلق نہین۔ انتہی اِس واقعہ سے یہ
بھی معلوم ہوا کہ خود معاویہ اِس امر مین متردد تھا۔ مگر ایسے ایسے
مقدس صحابہ اُسکو جھوٹی گواہی دینے کو مل گئے جنھون نے
نہ خود معاویہ کو آمادہ کیا بلکہ ایک عالم کو فساد مین ڈالا پھر کیونکر
نہ یہ لوگ ابوبکر کے ہمراہ ہوتے۔ عمال ابوبکر مین ایک
معاذ بن جبل تھے جیسا کہ کامل مین ہے وعلی الجند معاذ
بن جبل۔ اُنکی حالت بالاجمال یہ ہے صحیح ترمذی مین ہے
باب ماجاء فی ھدایا الامرا حدثنا ابو کریب
حدثنا ابو اسامة عن داود بن یزید الاودی
عن المغیرة بن شبیل عن قیس بن ابی حازم
عن معاذ بن جبل قال بعثنی رسول اللہ ﷺ الی
الیمن فلما سرت ارسل فی اثری فرددت
فقال تدری لم بعثت الیک لا تصیبن شیئا
بغیر اذنی فانه غلول ومن یغلل یات بما غل یوم
القیمة لهذا دعوتک فامض لعملک رواہ فی کنز عن عدی بن
عمیرة و بریدة والمستورد بن شداد و ابی حمید و ابن عمر ص ١٦٩
یعنی معاذ بن جبل کہتے ہین کہ رسول اللہ نے ہمکو طرف

یمن کے حاکم مقرر کر کے روانہ کیا پھر ہمارے پیچھے ایک
آدمی کو بھیجکر ہمکو بلوا بھیجا جب آئے تو حضرت نے فرمایا
جانتے ہو کیون ہمنے تمکو بلوا بھیجا ہے۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ بغیر
ہماری اجازت کے کوئی چیز نہ لینا کہ یہ غلول ہے اور خدا نے
فرمایا ہے جو شخص غلول کریگا لائیگا بروز قیامت اُس
چیز کو جسکو غلول (خیانت) کیا ہے اسلیے تجھے بلایا تھا
اب جا اپنے کام پر۔

اِس حدیث سے آپکو معلوم ہو گا کہ رسول اللہ نے جسطرح
ابو عبیدہ سے خاص طور پر فرمایا تھا اُسیطرح معاذ بن
جبل کو بھی کافی نصیحت کی تھی اور فرمادیا تھا کہ خیانت
نہ کرنا مگر یہ بھی اُسی رنگ کے نکلے جو رنگ ابو عبیدہ کا تھا
چنانچہ طبقات ابن سعد مین ہے قال فخرج معاذ الی
الیمن فلم یزل بها حتی توفی رسول اللہ ﷺ فوافی
السنة التی حج فیها عمر بن الخطاب استعمله ابو بکر
علی الحج فالتقیا یوم الترویة بمنی فاعتنقا وعزی
کل واحد منهما صاحبه برسول اللہ ﷺ ثم اخلدا
الی الارض یتحدثان فرای عمر عند معاذ غلمانا
فقال ما هولاء یا ابا عبد الرحمن قال اصبتهم فی
وجهی هذا فقال عمر من ای وجه قال اهدوا
الی واکرمت بهم فقال عمر اذکرهم لابی بکر فقال
ما ذکری هذا لابی بکر ونام معاذ فرای فی المنام کانه
علی شفیر النار وعمر اخذ بحجزته من ورائه
یمنعه ان یقع فی النار ففزع معاذ فقال
هذا ما امرنی به عمر فقدم معاذ
فذکرهم لابی بکر فسوغه ابو بکر
ذلک وقضی بقیة غرمائه وقال انی سمعت
رسول اللہ ﷺ یقول لعل اللہ یجبرک

یعنی معاذ جب یمن گئے تو تا وفات رسولؐ وہان حاکم رہے جس سال عمر بغرض حج مکہ معظمہ گئے تو یہ بھی یمن سے آئے۔ دونون مین بروز ترویہ ملاقات ہوئی اور گلے ملے پھر ایک نے رسول اللہ کی تعزیت کی۔ بعد اُسکے زمین پر بیٹھ کر باتین کرنے لگے۔ اِسکے بعد عمر نے دیکھا کہ معاذ کے پاس بہت سے غلام ہین پوچھا یہ سب کہان سے آئے۔ کہا کہ اِس سفر یمن مین حاصل ہوئے۔ عمر نے کہا کہان سے ملے۔ کہا لوگون نے بطور ہدیہ دیا۔ عمر نے کہا تو ہمکو ابوبکر سے ذکر کردو۔ معاذ نے کہا ابوبکر سے اسکے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اِسکے بعد معاذ نے خواب مین دیکھا کہ ہم جہنم کے کنارے پر ہین اور عمر ہمارا انیفہ پکڑے ہوے ہین کہ جہنم مین نہین جانے دیتے۔ اسپر معاذ کو یاد پڑا اور جاکر ابوبکر سے غلامونکا حال کہا تو ابوبکر نے اُسکی اجازت دی اور کہا ہمنے رسول اللہؐ سے سنا تھا کہ فرمایا شاید خدا اِس ذریعہ سے جبر کرے۔

ہمکو اِس روایت کے اِس حصہ سے بحث نہین کہ معاذ نے ایسا خواب دیکھا یا نہین کیونکہ ہوا خواہان عمر نے تو نہ معلوم کہان سے کہان پہونچایا ہے مگر یہ تو معلوم ہوا کہ باوصفیکہ رسول اللہ نے نص صریح اُنسے منع کیا تھا کہ بغیر ہماری اجازت کے کچھ نہ لینا یہ غلول ہے مگر یہ ایسے جری تھے کہ بقدر لونڈی غلام جمع کیے۔ دوسرے مال وغیرہ کا حال خدا کو معلوم ہے پھر کیون نہ یا ابوبکر کے طرفدار ہوتے اللہ اللہ کہان تو وہ احتیاط رسول اللہ کی کہ ایک ایک تسمہ کے لیے اسطرح تاکید فرماتے ہین اور یہان یہ حال ہے کہ لونڈی غلام بھرے جاتے ہین۔

استیعاب مین ہے وکان اول من اتجر فی مال اللہ فمکث حتی قبض رسول اللہؐ فلما قدم قال عمر لابی بکر ارسل الی هذا الرجل فدع له مایعیشه وخذ سائره منه فقال له ابوبکر انما بعثه رسول اللہ صلعم لیجبره ولست باخذ منه شیئا الا ان یعطینی فانطلق عمر الیه اذا لم یطعه ابوبکر فذکر ذلک لمعاذ فقال معاذ انما ارسلنی النبی صلعم لیجبرنی ولست بفاعل ثم لقی معاذ عمر فقال قد اطعتک وانا فاعل ما امرتنی به انی رائیت فی المنام انی فی خوضة ماء قد خشیت الغرق فخلصتنی منه یا عمر فاتی معاذ ابابکر فذکر ذلک له حلف ان لا یکتمه شیئا فقال ابوبکر لا اخذ منک شیئا قد وهبته فقال عمر هذا خیر فطاب واخرج معاذ عند ذلک الی الشام ص ۲۴۶ جلد اول

یعنی معاذ بن جبل پہلے وہ شخص ہین جنھون نے مال خدا (مال غنیمت) سے تجارت کی۔ بعد وفات رسول جب آئے تو عمر نے ابوبکر سے کہا کہ بقدر ضرورت اُسکے پاس چھوڑ دو باقی مال لے لو۔ ابوبکر نے کہا جبتک وہ خود کچھ نہ دیگا ہم نہ لینگے۔ تب عمر نے معاذ سے جاکر کہا کیونکہ ابوبکر مخالفت کرچکے تھے۔ معاذ نے کہا ہمکو رسول اللہؐ نے تو اِس غرض سے بھیجا تھا کہ کچھ جبر کسر ہوجائے ہم ابوبکر کو کچھ نہ دینگے۔ دوسرے روز معاذ نے عمر سے کہا کہ اچھا جو تمنے کہا تھا ہم اُسپر عمل کرینگے کیونکہ خواب مین دیکھا ہم گڑھے مین گررہے ہین تمنے نکالا ہے۔ اِسکے بعد جاکر معاذ نے ابوبکر سے بیان کیا اور جو کچھ حاصل کیا تھا سب کہہ سنایا۔ ابوبکر نے کہا ہمنے تجھے ہبہ کیا۔ اُسکے بعد معاذ جانب ملک شام روانہ ہوے

یہان آپ کو ضرور حیرت ہوگی کہ خلیفہ اوّل مین یہ کہان کی فیاضی آگئی کہ اِسطرح معاذ بن جبل کو بخشش کررہے ہین اور جناب سیدہ کے لیے وہ

تنگ حیثیت تھی کہ نہ دعوی میراث سنا نہ دعوی ہبہ۔ یہ بھی تو ہوا کہ یہی کہدیتے رسول اللہ کا یہ حکم ہے اب آپ جانیے مگر نہیں اُنکی غرض تو یہی تھی کہ مدعیان وراثت و خلافت کا زور اس درجہ کم کیا جائے کہ پھر کچھ حوصلہ ہی نہو۔ اور غیر لوگ اسطرح رام کیے جائیں کہ خلافت کے دست و بازو بن جائیں۔ بہرحال ان حالات سے جہاں آپکو ان معاذ وابو عبیدہ کی فطرت کا حال معلوم ہوا کہ کیسے دیندار تھے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ عمر صاحب مین اور ابوبکر صاحب مین کیا فرق ہے عمر صاحب کی غرض یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے لوگ کمزور رہیں کہ سرکشی کا مادہ نہ آنے پائے اور ابوبکر صاحب کا یہ مطلب ہے کہ اصلی وارث کو کچھ نملے اور دوسرے لوگ جسطرح چاہیں اُس سے منتفع ہون کہ انکی قوت ہماری قوت کو بڑھاتی ہی رہے گی۔

غرض یہ تمکینین تھیں جن سے خلیفہ اول نے اپنی خلافت قائم کی کہ ہر شخص کو جو ارکان سلطنت سے تھے وہ وہ اختیارات دیے کہ ہر شخص کی ہمتیں بڑھ گئیں سیاست ہے تو ایسی کہ چنگیز خان و ہلاکو خان بھی شرما جائیں بخشش ہے تو ایسی کہ مسلمانوں کا مال لٹ رہا ہے غارت ہو رہا ہے اُنکو کوئی فکر نہیں کیونکہ خالد بن ولید سپہ سالار ہے جو ہر جگہ سرکوبی کرتا ہے اور ہر طرح کی عیاشی۔ پھر وہ کیونکر روکا جائے۔ بخلاف جناب امیر کہ خلافت کو رسول اللہ کی نیابت سمجھ رہے ہیں نہ سلطنت و حکومت۔ احکام خدا و رسول پیش نظر ہیں۔ مال غنیمت کو مال خدا سمجھ رہے ہیں۔ پھر کیونکر ممکن ہے آپ انہیں جیب و میل ہونے دیں۔ پھر ملکی افسر یا فوجی افسر کیونکر راضی ہوسکتے ہیں جب حضرت سے استدعائے قبول خلافت کی گئی تو آپنے فرمایا دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امرا له وجوه وله الوان لا تقوم به القلوب ولا تثبت علیه العقول تاریخ کامل ج۳ ص۸۰ یعنی ہمکو چھوڑ دو اور کسی دوسرے سے اس کام کے لیے التماس کرو کہ ہم اُس امر پر اقبال کرنیوالے ہیں جسکے لیے بہت سے وجوہ اور الوان ہیں کہ نہ اُسپر قلوب قائم ہوسکتے ہیں نہ عقول اُسپر ثابت ہوسکتی ہیں جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت کیا فرما رہے ہیں کیونکہ آپ دیکھ رہے ہیں آج پچیس ۲۵ چھبیس ۲۶ برس سے ان صحابہ کے اخلاق کیا ہو رہے ہیں کیسی عادتیں انکی پڑ گئی ہیں یہ کیونکر ہمارے حکم کو مان سکتے ہیں اسلیے آپنے فرمایا دوسرے کو ڈھونڈو اور اُسکو خلیفہ بناؤ۔ پھر دوبارہ آپ اسکی تصریح فرماتے ہیں واعلموا انی ان اجیبکم ارکب بکم ما اعلم وان ترکتمونی فانما انا کاحدکم الا انی من اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموه ص۸۰ یعنی یہ جان رکھو کہ اگر ہم تمہاری رائے کے مطابق خلافت کو قبول کرینگے تو وہی کرینگے جو ہمارے علم میں ہے اور اگر ہمکو چھوڑ دوگے تو ہم بھی تم لوگوں میں سے ایک آدمی ہونگے مگر ہم سب سے زیادہ مطیع و منقاد اُسکے جسے خلیفہ بناؤگے۔ دیکھیے یہ عبارت آپ کیا کہہ رہی ہے کہ حضرت کو خلافت سے دست برداری منظور ہے مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنے علم کے خلاف کوئی کام کریں۔ پھر جو لوگ اسکے خوگر ہو رہے تھے کہ خلفا ہماری رائے کے ماتحت ہوا کرتے وہ کیونکر آپکی خلافت کو قبول کرسکتے تھے اور کیونکر آپکے مددگار ہوتے۔ دیکھیے جو خطبہ جناب امیر نے بعد قبول خلافت پہلے پہل فرمایا ہے حسب نقل تاریخ کامل یہ ہے واول خطبة خطبها علی حین استخلف حمد الله واثنی علیه ثم قال ان الله انزل کتابا هادیا بین فیه الخیر والشر فخذوا بالخیر ودعوا

الشر الفرائض الفرائض ادوها الی اللّٰہ تعالی یودکم الی الجنۃ ان اللّٰہ حرم حرمات غیر مجہولۃ وفضل حرمۃ المسلم علی الحرم کلہا وشد بالاخلاص والتوحید حقوق المسلمین فالمسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ الا بالحق لا یحل دم امرء مسلم الا بما یجب بادروا امر العامۃ وخاصۃ احدکم الموت فان الناس امامکم وان ما خلفکم الساعۃ تحدوکم تخففوا تلحقوا فانما ینتظر بالناس اخراھم اتقوا اللّٰہ فی بلادہ وعبادہ انکم مسئولون حتے عن البقاع والبہائم اطیعوا اللّٰہ فلا تعصوہ واذا اخذتم الخیر فخذوا بہ واذا رایتم الشر فدعوہ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض ص ۷۶

خلاصہ حکایہ ہی کہ حضرت نے بعد حمد ونعت فرمایا خدا نے نازل کی وہ کتاب جو ہادی ہی جسمین خیر وشر کو بیان کردیا (اب کسی توضیح کی ضرورت نہین) پس خیر کو لے لو اور شر کو ترک کرو۔ فرائض۔ فرائض ہین اُنکو ادا کرو جنت تک وہ پہونچا وینگے۔ خدا نے جن چیزون کو حرام کیا ہی وہ مشہور ہین۔ مجہول نہین (کہ تعلیم کی حاجت ہو) اور حرمت مسلم کو خدا نے کل حرمات پر ترجیح دی ہی۔ اور اخلاص و توحید سے حقوق مسلمین کی اور بھی تاکید کی ہی۔ پس مسلمان وہی ہی جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمین کو سلامتی نصیب ہو مگر بحق نہین حلال ہی کسی مسلمان کا خون مگر اُن چیزون سے جو واجب ہین جلدی کرو اُمور عامہ وخاصہ مین۔ اور خاص کر وہ لوگ جنکو موت لیے جاتی ہی کیونکہ لوگ تمہارے آگے ہین اور پیچھے تم لوگون کے قیامت ہی جو جلد جلد لیے جاتی ہی۔ بوجہ ناکر جلد چلو کہ مل جاؤ۔ کیونکہ لوگ اپنے پیچھے والونکا انتظار کرتے ہین تقوی کرو اے بندگان خدا۔ خدا کے شہرون مین اور اُسکے بندون مین۔ کیونکہ تم سب سے سوال کیا جائے گا یہانتک کہ بقاع اور جانورون سے۔ اطاعت کرو خدا کی۔ اُسکی معصیت نہ کرو جب خیر کو دیکھو تو اُسکو لے لو اور جہان شر دیکھو اُسکو چھوڑ دو۔ اور یاد کرو اُس زمانہ کو کہ تم قلیل تھے اور ضعیف کیے گئے زمین مین۔

یہ خطبہ ایسا ہی جسکے ایک فقرہ کی نسبت جناب سید رضی علیہ الرحمہ نہج البلاغہ مین فرماتے ہین لو وزن بعد کلام اللّٰہ سبحانہ وبعد کلام النبی بکل کلام لمال بہ راجحا وبرز علیہ سابقا فاما قولہ تخففوا تلحقوا فما سمع کلام اقل منہ مسموعا ولا اکثر محصولا وما ابعد غورھا من کلمۃ وانقع نطفتہا من حکمۃ وقد نبہنا فی کتاب الخصائص علی عظم قدرھا وشرف جوھرھا یعنی اگر اس کلام کا موازنہ کیا جائے بعد کلام خدا ورسول کل کلامون سے تو اس کلام کا وزن سب سے زیادہ بھاری ہوگا اور عظمت و جلالت مین بلکہ اسکا سب سے وزنی ہوگا۔ خصوصاً حضرت کا یہ کلام کہ تخففوا تلحقوا ایسا کلام ہی کہ نہ اس سے کبھی مختصر کلام سنا گیا جسکے فوائد لاتعد ولا تحصٰے ہون نہ ایسا کوئی کلام کسیکا ہوا جسکے مطالب ایسے غامض ہون اور الفاظ ایسے آسان۔ مین نے یہ کلام جناب سید رضی علیہ الرحمہ کا اسلیے نقل کیا ہی کہ ناظرین کو معلوم ہو یہ خطبہ باوصف اختصار کیسا عظیم الشان ہی اور اگر ترجمہ مین کوئی خطا ہوئی تو قابل معافی ہی کیونکہ شرح نہج البلاغہ مین اور اسمین اختلاف ہے جسکو مین انشاء اللّٰہ شرح نہج البلاغہ مین توضیح سے بیان کرونگا واللّٰہ بالغ امرہ یہان جو میرا مقصود اس خطبہ سے ہی

وہ یہہ کہ غور فرمائیے جناب امیرؑ کیا فرما رہے ہین کیونکہ سارا زور
اِس خطبہ کا اسپر ہی کہ حقوق مسلمین کی حفاظت کیجائے
انکی حرمت ظاہر کیجائے ۔ اُنکی خونریزی موقوف کیجائے
اسی واسطے حضرت نے اِسکی تصریح کی کہ مسلمانون کی حرمت
تمام حرمتون سے زیادہ ہی جسکی غرض بھی آپ سمجھ سکتے ہین
کہ سابق خلافتون مین چونکہ مسلمانون کی پورے طور سے
حق تلفی ہوئی تھی اور ہر طرح سے اُنکے حقوق پائمال کیے
گئے تھے اِسلیے حضرت کو اِسکی ضرورت ہوئی کہ آپ پہلے
خطبہ مین اِسکو ظاہر کرین کہ ہماری غرض اِس خلافت
سے صرف حفظ حقوق مسلمین ہی کہ اُنکو ظلم و تعدی سے
محفوظ رکھین ۔ ہان اِس خطبہ سے آپکو یہ بھی معلوم ہوگا
کہ مین نے جو اِس حدیث المسلم من سلم المسلمون من
لسانه ویده ؕ کی شرح مین کچھ تطویل سے کام لیا
ہی اُسکی کیا وجہ ہی چونکہ اِس خطبہ نے آپکو بتا دیا ہوگا کہ یہ
حدیث کیسی کثیر الفائدہ حدیث ہے کہ حضرت نے اِسی حدیث کو
اپنے خطبہ کی غرض و غایت قرار دی ۔

اِس سے آپکو بھی معلوم ہوگا کہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ مین
اِس حدیث کی کسطرح مخالفت کی گئی تھی کہ نہ مسلمانونکی
جان محفوظ تھی ۔ نہ انکا مال ۔ نہ اُنکی آبرو ۔ سب ہی امور معرض
خطر مین تھے اِسی لیے حضرت نے اِس خلافت کو قبول کیا ہے
اور اصل الاصول اپنی خلافت کا اِسکو قرار دیا ۔

اب اِس خطبہ کو ملاحظہ فرمائیے اور صحابہ کے اِس قول کو کہ اِسکے
بعد وہ کہنے لگے والله ان علیا المستغن برایه و
لیکونن ابشد علی قریش من غیره فسمع ذلک
فخطبہم فذکر فضلهم وحاجته الیهم ونظره لهم
قیامهم دونهم وانه لیس له من سلطانهم
الا ذلک والاجر من الله ؕ کامل جلد ۳ کہ قسم خدا کی علیؑ
اپنی رائے مین مستغنی ہین اور وہ قریش پر بہ نسبت دوسرونکے
زیادہ سخت ہونگے ۔ جب حضرت نے اُنکا یہ کلام سنا تو
خطبہ مین اُنکے فضل و کمال کو ذکر کیا اور یہ کہ ہم کو اُنکی ضرورت
ہی اور ہم ہر طرح اُنکی پرداخت کرنیکو تیار ہین اور سلطنت سے
ہماری کوئی غرض نہین بجز اُنکی خیرخواہی کے ۔

اِن خطبات سے اور حضرت کے کلام سے آپ خود استنتاج
کر سکتے ہین کہ باوصفیکہ حضرت ہر طرح اُنکی خاطرداری
کر رہے ہین اور خیرخواہی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھتے ۔
مگر جو خیال اُنکے دل مین جما ہوا تھا کسیطرح نہین ہٹتا ۔
حضرت لاکھ سمجھاتے ہین مگر وہ نہین مانتے کیون ؟ صرف
اسوجہ سے کہ جانتے ہین حضرت ظالمون کی کسیطرح مدد
نہ کرینگے مظلوم کی فریاد رسی مین کسیطرح کوتاہی نہ کرینگے
مال خدا کو کسیطرح ضایع نہ ہونے دینگے ۔ پھر وہ لوگ کیونکر
راضی ہوتے جب اپنے اعمال و افعال سب اُنکی پیش نظر ہین
جس قسم کے ضعات خالد نے بعہد ابوبکر صاحب کیے تھے
اور ابوبکر صاحب نے اُسکے افعال قبیحہ سے چشم پوشی کی تھی
اُسی قسم کا واقعہ جناب امیر کو بھی پیش آیا مگر دیکھیے حضرت نے
کیا کیا ہی خریت بن راشد ناجی ایک خارجی تھا جو اہل
بصرہ سے تھا بعد قصہ تحکیم وہ بھی جناب امیرؑ کا مخالف
ہوا اُس سے جنگ کرنے کو حضرت نے معقل بن قیس کو روانہ
کیا غریب سے قریب جبل اہواز جنگ ہوئی جسمین خریت خارجی
نے شکست کھائی اور وہان سے فرار کر کے مقام سیاف
مین آیا اور یہان پھر جنگ ہوئی جسمین وہ مارا گیا ۔
معقل وہان سے اسیرون کو لیکر مصقلہ کے پاس پہونچا
جو جناب امیرؑ کیطرف سے اردشیر خرہ کا والی تھا مصقلہ نے
پانچ لاکھ پر تصفیہ کیا کہ قیدی سب آزاد کر دیے جائین ۔
معقل نے کہا تو اِس مال کو جلد امیر المومنین کے پاس پہونچا

مصقلہ نے دو لاکھ تو حضرت کے پاس بھیجے اور باقی کو دبا رکھا
قال ذهل بن الحرث فاستدعانی لیلة فطعمنا
ثم قال ان امیر المومنین یسالنی هذا المال ولا اقدر
علیه فقلت والله لو شئت ما مضت جمعة
حتی تحمله فقال والله ما کنت لاحملها قومی اما والله
لو کان ابن هند ما طالبنی بها ولو کان ابن عفان
لوهبها لی الم تره اطعم الاشعث بن قیس کل سنة
من خراج اذربیجان مائة الف قال فقلت ان هذا
لا یری ذلك الرای ولا یترك منها شیئا فهرب
مصقلة من لیلته فلحق بمعاویة وبلغ علیا ذلك
فقال ماله ترحه الله فعل فعل السید وفر
فرار العبد وخان خیانة الفاجر اما انه لو اقام
فعجز ما زدنا علی حبسه فان وجدنا له شیئا
اخذناه والا ترکناه ثم سار علی الی داره
فهدمها واجاز عتق السبی وقال اعتقهم
مبتاعهم وصارت اثمانهم دینا علی
معتقهم ص ۱۷۸ تاریخ کامل

یعنی ذہل بن حارث بیان کرتا ہے کہ مصقلہ نے ایک شب
ہکو بلا بھیجا اور کہا کہ امیر المومنین ہم سے اُس مال کا مطالبہ
کرتے ہین اور ہم کو اُسکی قدرت نہین ہی مین نے کہا قسم
خدا کی اگر تم چاہو تو ایک ہفتہ مین یہ مال فراہم کر سکتے ہو
مصقلہ نے کہا مگر ہم اپنی قوم پر اسکا بار دینا نہین چاہتے
قسم خدا کی اگر اُنکی جگہ معاویہ ہوتا تو کبھی وہ اسکا مطالبہ
نہ کرتا۔ اگر اس جگہ عثمان بن عفان ہوتے تو وہ کبھی ہم سے
اِس مال کا مطالبہ نہ کرتے حالانکہ تم جانتے ہو کہ عثمان
ہر سال خراج آذربیجان ایک لاکھ اشعث بن قیس کو
بخشدیا کرتے۔ ذہل بن حارث نے کہا ہان مگر یہ اُسکو

نہین جائز رکھتے اور اُہین سے کچھ بھی نہ چھوڑینگے۔ یہی سُنکر
مصقلہ بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا۔ جب یہ خبر جناب
امیرؑ کو پہونچی تو حضرت نے فرمایا خدا تجھے اُس سے کہ کام تو کیا
اُسنے سید کا اور فرار کیا مثل غلامون کے۔ اور خیانت کی
مثل فاجرون کے۔ اگر وہ اپنی جگہ پر رہتا تو ہم بہت کرتے
تو یہی کہ اُسکو قید کرتے۔ اگر کچھ مال ملتا تو لے لیتے ورنہ چھوڑ
دیتے۔ اُسکے بعد حضرت نے اُسکا گھر گروا دیا۔ اور جن لوگون کو
اُسنے آزاد کر دیا تھا اُنکی آزادی کو قائم رکھا اور فرمایا کہ جسنے
اُنھین خرید اتھا اُسنے آزاد کیا قیمت اُسکے ذمہ ہی بخدا سبحان
اب آپ اِس طرز عمل کو خلفاے ثلاثہ کے طرز عمل سے ملائیے
تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت کن وجوہ سے مجبور رہتے کیونکہ
جن لوگون کو حاکم بنا کر کہین کا بھیجتے ہین وہ پہلے خلفا کا طرز
عمل دیکھ چکے ہین کہ کسطرح وہ مال خدا کو ضائع کرتے تہی
طمع اُنکو بھی دامنگیر ہوتی۔ اور حضرت چاہتے تھے کہ جو طرز
عمل رسول اللہ کا تھا اُسکو جاری کرین۔ پھر کیونکر موافقت
ہو سکتی تھی۔ اگر کوئی شخص اسپر بھی جناب امیرؑ کو الزام
دے کہ کیون آپنے سنت رسول کی پیروی کی اور کیون سنت
شیخین پر نہ عمل کیا تو اُسکے جواب مین بجز سکوت کوئی
جواب نہین ہی۔ اِس سے آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ کتاب
خدا و سنت رسول کے ساتھ سیرت شیخین کی جو شرط
کیجاتی تھی بیعت مین اُسکا کیا مطلب تھا یہی کہ
ارکان سلطنت ہرطرح آزاد ہون جو چاہین کرین اُنسے
کوئی بازپرس نہ کیجائے۔ مال خدا کو تلف کرین حکم
مین جور کرین۔ ناحق لوگون کو قتل کرین۔ آپ کسی سے
معترض نہ ہون۔ مگر جو شخص مال کو خدا کا مال سمجھے اور
رعیت کو بندگان خدا۔ وہ کیونکر سکوت کر سکتا ہی۔
دوسرا واقعہ عبداللہ بن عباس کا ہی جن سے بڑھکر

دنیا میں نہ کوئی قرابت مند ہو سکتا ہی بجز اُنہی او لاد یا
حقیقی بھائی کے۔ نہ اُنسے بڑھکر کوئی دوست و خیر خواہ۔
کیونکہ حضرت کے حقیقی چچا عباس بن عبد المطلب کے بیٹے ہیں
مگر خدا برا کرے اِس دُنیا کا جو کیا کچھ نہیں کراتی۔ تاریخ
کامل میں ہی ذکر فراق ابن عباس البصرة فی هذه
السنة خرج عبد الله بن عباس من البصرة د لحق
بمكة فی قول اكثر اهل السير وقد انكر ذلك بعضهم
وقال لم يزل عاملا عليها العلی حتى قتل علی و شهد
صلح الحسن من معاوية ثم خرج الی مكة والاول
اصح انما كان الذی شهد صلح الحسن عبيد الله
بن عباس و كان سبب خروجه انه مر علی ابی الاسود
فقال لو كنت من البهائم لكنت جملا و لو كنت
راعيا لما بلغت المرعی فكتب ابو الاسود الی علی
اما بعد فان الله عزوجل جعلك واليا مؤتمنا
وراعيا مستوليا وقد بلوناك و جدناك
عظيم الامانة ناصحا للرعية توفر لهم فيئهم
و تكفل نفسك عن دنياهم ولا تاكل اموالهم
ولا ترتشی فی احكامهم وان ابن عمك قد اكل ما تحت
يديه بغير علمك ولم يسعنی كتمانك رحمك الله
فانظر فيما هناك واكتب الی برايك فيما احببت
والسلام فكتب اليه علی اما بعد فمثلك نصح
الامام الامة و والی علی الحق وقد كتبت الی
صاحبك فيما كتبت الی ولم اعلمه بكتابك فلا
تدع اعلامی بما يكون بحضرتك مما النظر فيه صلاح
للامة فانك بذلك جدير وهو حق واجب عليك
والسلام
وكتب الی ابن عباس فی ذلك فكتب اليه ابن عباس

اما بعد فان الذی بلغك باطل وانی لما تحت
يدی ضابط وله حافظ فلا تصدق الظنين
والسلام فكتب اليه علی اما بعد فاعلمنی ما اخذت
من الجزية ومن اين اخذت وفيما وضعت فكتب اليه
ابن عباس فقد فهمت تعظيمك مرزاه ما بلغك
انی رزئته من اهل هذه البلاد فابعث
الی عملك من احببت فانی ظاعن عنه والسلام
واستدعی اخواله من بنی هلال بن عامر فجتمعت
معه قيس كلها فحمل مالا وقال هذه ارزاقنا
اجتمعت نسمعه اهل البصرة فلحقوه
بالطف يريدون اخذ المال فقال
قيس والله لا يوصل اليه وفينا عين
تطرف ص ۱۵۴ جلد ۳۔

عبد اللہ بن عباس کی مفارقت حضرت علیؑ سے

اِسی سنہ ۴۰ھ میں عبد اللہ بن عباس بصرہ سے علیحدہ
ہوئے اور مکہ چلے گئے۔ یہی قول اہل سیر سے ہی اور بعض نے
یہ کہا ہی کہ وہ ہمیشہ حضرت علی کے عامل رہے یہانتک کہ
صلح امام حسنؑ میں شریک تھے اُسکے بعد مکہ گئے۔ مگر
قول اول صحیح اصح ہی۔ اور وہ عبد اللہ بن عباس تھے
جو شریک صلح امام حسنؑ تھے۔ وجہ مفارقت یہ ہوئی
کہ انکا گذر ابو الاسود پر ہوا جو قاضی تھے منجانب جناب
امیرؑ۔ پس کہا ابن عباس نے اگر ہم بہائم سے ہوتے
تو جمل ہوتے اور اگر راعی ہوتے تو چراگاہ تک نہ پہونچتے
اسپر ابو الاسود نے جناب امیرؑ کو لکھا کہ خدا نے آپکو والی
بنایا ہی امانتدار اور راعی بنایا ہی مستولی سے۔ ہمنے آپکی
خوب آزمائش کی تو آپکو عظیم الامانة پایا اور خیر خواہ
اُمت۔ کہ آپ ہر شخص کو مال غنیمت سے پورا حصہ دیتے

ہین اور اپنے نفس کو اُنکی دنیا سے بچاے رہتے ہین۔ نہ اُنکا مال کھاتے ہین نہ حکم مین رشوت لیتے ہین۔ آپکے ابن عم نے جو کچھ اُنکی ماتحتی مین تھا بغیر آپکے علم کے اُسپر تصرف کیا اور ہم کو جائز نہ تھا کہ اُسکو آپسے پوشیدہ رکھتے جو کچھ آپکی راے ہو اُس سے مطلع فرمایئے۔

جناب امیرؑ نے لکھا بیشک تم اُن لوگون سے ہو جو امام وامت دونون کے خیرخواہ ہون۔ اور محض حق کی خیال سے دوستی کرتے ہو ہمنے تمہارے صاحب کو بھی لکھا ہے اور تمہارے خط کے مضمون سے نہین مطلع کیا۔ تو جو کچھ وہان پیش آئے اُس سے ہمکو برابر خبر دیا کرو جسمین اُمت کی صلاح ہو یہ حق واجب ہے تمپر۔

ایک خط ابن عباس کو بھی لکھا تو اُنھون نے جواب دیا کہ جو خبر آپکو ملی ہے وہ بالکل باطل ہے۔ ہم کل اُمور کے ضابط ہین اور ہر طرح سے محافظ بدگویون کی بات نہ سنیے والسلام۔

جناب امیرؑ نے لکھا کہ لکھو کسقدر مال تمکو جزیہ مین وصول ہوا اور کہان سے وصول کیا اور کہان خرچ کیا۔

ابن عباس نے لکھا کہ آپکے خط سے معلوم ہوا کہ آپ اُس خبر کو عظیم جانتے ہین۔ ہمنے جو کچھ کیا وہ ایسا نہین ٹھہرون سے۔ آپ اپنے عمل کے لیے جس شخص کو چاہیے بھیجیے کہ ہم رخصت ہوتے ہین والسلام۔

اسکے بعد اپنے مامون لوگون سے کچھ لوگون کو بلوایا جنمین سے قیس اپنے قبیلہ کے ساتھ آیا اور اُسکے ساتھ مال لیکر روانہ مکہ ہوے۔ کہا کہ یہ مال ہمارے ارزاق سے ہے جو جمع ہو گیا ہے۔ اہل بصرہ سے کچھ لوگون نے چاہا کہ چھینین اسپر قیس نے کہا جبتک ہم لوگون سے ایک آدمی کی بھی آنکھ کھلی ہے تم لوگ اس مال سے نہین پا سکتے۔

ہم نہین چاہتے تھے کہ اس واقعہ کو یہان لکھین کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس کوئی معمولی شخص نہین ہین۔ مگر اس خیال نے اور بھی مجبور کیا کہ اہل فہم کو معلوم ہو کہ خلیفۂ رسول کے لیے معصوم ہونا کیسا ضروری ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن عباس ابن عم رسولؐ بھی ہین اور ابن عم جناب امیرؑ بھی۔ انسے بڑھکر کون اسرار شریعت سے واقف ہو سکتا ہے اور انسے بڑھکر کون خیرخواہ اُمت و خیرخواہ جناب امیرؑ ہو سکتا ہے۔ مگر جب حب دنیا نے انکو بھی نہ چھوڑا تو خلفاے ثلاثہ کس شمار مین ہین جنکا اسلام جنکا ایمان جو کچھ تھا اسی دنیا کے لیے۔

اس حالت سے آپکو اسکی بھی وجہ معلوم ہو گی کہ انھون نے بھی بروایت تاریخ کامل جناب امیرؑ کو مشورہ دیا تھا کہ معاویہ کو انکے حال پر رہنے دیجیے اور معزول نہ کیجیے کہ بعد اقرار بیعت ہم انکو اسطرح نکال دینگے جسطرح بال خمیر سے نکالا جاتا ہے تو جناب امیرؑ نے فرمایا لست من هناتك ولا من هنات معونة في شئ صـ ۷۷ جناب امیرالمومنین نے جو ابتدا مین اس خلافت کا مطالبہ کیا ہے اور مدۃ العمر اُسکو اپنا حق سمجھتے رہے وہ سب کے پیش نظر ہے۔ پھر بوقت خلافت عثمان جو آپنے عمل سیرت شیخین کی شرط سے مخالفت فرما کر علیحدگی اختیار کی۔ اور بعد قتل عثمان جو آپنے قبول خلافت سے انکار کیا وہ سب آپکے پیش نظر ہے جس سے آپ بدیہی طور پر اس نتیجہ تک پہونچ سکتے ہین کہ پہلے مطالبہ کس اصول پر تھا اور انکار کس اصول پر۔ کیونکہ اگر محض حصول خلافت سے مطلب ہوتا تو کسی وقت مین اُس سے انکار کیا۔ نہین نہین حضرت کی غرض خلافت سے نہ حکومت کرنی تھی نہ ملک گیری۔ بلکہ جس کام کے لیے رسول اللہ مامور ہوئے تھے اور جس کام کی تکمیل باقی تھی اُسکو انجام دینا تھا کہ دنیا کو معلوم ہو اسلام کسکا نام ہے اور اُسکے کیا فرائض ہین جہاد کیونکر ہوتا ہے۔ ملک کب لیا جاتا ہے۔ اسلام کیونکر شائع کیا جاتا ہے۔

اگر اُسوقت آپکو خلافت ملتی تو آپ ان سب امور کو دکھا دیتے مگر اب کہ خلفاے ثلاثہ کی بدولت سب کے دیدہ طمع وا ہو گئے تھے دندان طمع دراز ہو گئے تھے دنیا کا خیال جم گیا تھا۔ آپ خلافت لیکر اُس غرض کو کیونکر پورا کر سکتے تھے۔

آپنے خالد بن ولید کے حالات دیکھے۔ ابو عبیدہ کے حالات سے مطلع ہوے معاذ بن جبل کی کارگذاریاں دیکھیں جو اعاظم صحابہ سے ہیں اور اُنکے مقابلہ میں بہ اتفاق اہل سنت کوئی صحابی واجب الاحترام نہیں۔ مگر دنیا نے اُنکو کیونکر اندھا کر دیا۔ اب خلیفہ اول کی حالت ملاحظہ ہو کہ خلافت سے کیا کچھ نہ لیا۔ یہی تاریخ کامل میں ہے وکان الذین فرض له استة الاف۔ کہ چھ ہزار سالانہ خلافت سے اُنکو ملتا تھا اور بوقت مرگ حساب سے بیت المال کا آٹھ ہزار اُنکے ذمہ نکلا تھا کتاب الامامة والسیاسة میں ہے فقال لهو انظروا ماذا انفقت من بیت المال فنظروا فاذا هو ثمانیة الاف درهم ص ۳۲

خلیفہ دوم کے عدل و انصاف کا تمام عالم میں شہرہ ہے مگر صحیح بخاری میں ہے یا عبد الله بن عمر انظر ما علی من الدین فحسبوه فوجدوه ستة وثمانین الفا او نحوه یعنے عمر صاحب کا حساب کیا گیا تو بیت المال کا چھیاسی ہزار اُنکے ذمہ نکلا۔ جسپر نافع اعتراض کرتا ہے وقد انکر نافع مولی عمر ان یکون علی عمر دین فروی عمر بن شیبة فی کتاب المدینة باسناد صحیح ان نافعا قال من این یکون علی عمر دین وقد باع رجل من ورثته میراثه بمائة الف فتح الباری ص یعنی عمر پر دین کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ عمر کے ایک وارث نے اپنا ترکہ لاکھ درہم پر بیچ کیا۔ جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اصلی متروکہ اُنکا کسقدر ہوگا۔

طلحہ کے حال میں لکھا ہی جو ابوبکر کے داماد تھے اور تینوں خلافتوں کے دست و بازو رہے ہیں تاریخ خمیس میں ہے روی عمر بن دینار عن مولی الطلحه قال ان دخل طلحة کان کل یوم الف درهم وبقال خلف من المال الفی الف درهم ومائتے الف دینار وروی ابن سعد باسناد له قومت اصول طلحة وعقاره بثلاثین الف الف درهم قال ابن الجوزی خلف طلحة ثلث مائة جمل ذهبا ص ۲۱۱ جلد ۲ یعنی عمر بن دینار ایک غلام طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ طلحہ کی روزانہ آمدنی ہزار درہم تھی اور مرتے وقت دو کروڑ درہم اور دو لاکھ اشرفیاں چھوڑ گئے تھے۔

ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ طلحہ کے اصول و عقار کی قیمت کی گئی تو ۳۰ کروڑ کی مالیت قرار پائی۔

ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ وہ طلاے خالص اسقدر چھوڑ گئے تھے جو تین سو اونٹ کا بار تھا۔

زبیر بن العوام کے حالات میں لکھا ہی اُسی تاریخ خمیس میں ہے کان له الف مملوک یودون الخراج وقد خلف املاکا بیعت باربعین الف الف درهم وهذا لم یسمع بمثله قط ص ۳۱۱ یعنی اُنکے ہزار غلام تھے جو خراج ادا کیا کرتے اور املاک جو بیچی گئی تو اُسکی قیمت چالیس کرور تھی۔ یہ ایسی مقدار ہے جو کبھی سنی نہیں گئی عبد الرحمن بن عوف کے حال میں خود شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ اثنا عشری میں لکھتے ہیں ودر ہمین اثنا عبد الرحمن بن عوف کہ بالقطع مبشر بجنت وئی از دہ یار بہشتی بود رحلت فرمودہ و مال فراوان گذشت بحدی کہ بعد از اداے دیون وتنقید وصایاے وچون ترکہ او را تقسیم نمودند ثمن باقیش بچہار زن او رسید و منجملہ آن چہار یک زن را زیادہ بر دو

ہزار درہم در حصہ میرسد و چون او را در مرض مطلقہ نمودہ بود تمام حصہ اش ندادند بر ہشتاد ہزار درہم صلح نمودند صفحہ ۵۹۵ چھاپہ کلکتہ۔ یعنی عبد الرحمن کے متروکہ کے آٹھوین حصہ کل جو تھا حصہ اسّی ہزار درہم سے زیادہ تھا جو کہ ایک زوجہ کو بطور صلح دیا گیا کیونکہ اسکو عبد الرحمن اپنے مرض مین طلاق دے چکے تھے لہذا پورا ترکہ نہین دیا گیا بلکہ اسّی ہزار درہم پر مصالحہ ہوا۔

اب اِن حالات کے ساتھ جناب امیرؑ کی اس حالات کو ملاحظہ فرمایئے جو اِسی تاریخ کامل مین ہی صفحہ ۱۶ جلد ۱۰ تاریخ کامل۔ (ترجمہ) یعنی ابو رافع جناب امیرؑ کے خزانچی کا نام تھا۔ ایک روز جناب امیرؑ داخل خزانہ ہوئے تو آپنے ایک لڑکی کو دیکھا کہ کچھ زیور پہنے ہوئے ہی اُسمین ایک موتی بھی ہی جسکو آپ پہچانتے تھے پوچھا اِسکو کہان سے ملا یہ تو بیت المال کا مال ہی مین اِسکا ہاتھ کاٹونگا۔ دیہان خیال کیجیے قول رسول اللہ جیسا کہ صحیح بخاری مین ہی کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو اُسکا ہاتھ کاٹین گے) ابو رافع نے جب حضرت کا اصرار دیکھا تو کہا قسم خدا کی مین نے یہ موتی اِسکو پہنایا ہی اسپر حضرت نے فرمایا جب ہمارا عقد فاطمہؑ سے ہوا تو ہمارے پاس کوئی ایسا فرش نہین تھا جسپر ہم سوتے۔ صرف ایک بھیڑ کی کھال تھی جسپر شب کو سوتے تھے اور دن کو اُسپر ہمارا اونٹ دانہ کھاتا تھا۔ اور بجز جناب سیدہؑ کوئی خادم نہ تھا جو خدمت کرتا۔ ابن عباس کہتے ہین کہ تمام آدمیون کے علوم کی تقسیم کی گئی تو پانچ حصہ نکلا جسمین سے چار حصہ تو حضرت علیؑ کا تھا اور پانچوین حصہ مین سب کے شریک تھے مگر اُسمین بھی سب سے زیادہ اعلم تھے۔ احمد بن حنبل کہتے ہین کہ جسقدر فضیلتین جناب امیرؑ کی وارد ہوئی ہین کسی دوسرے صحابی کی نہین آئی ہین عمر بن میمون کہتے ہین کہ جب عمر نے ضربت کھائی اور خلافت کو چھ آدمیون کے

شوریٰ مین دائر کیا تو کہا اگر ابن اجلح (جسکے سر پر بال نہین ہوتے اشارہ ہی جناب امیرؑ کیطرف) کو والی بنائین تو ضرور انکو راہ پر لے چلے۔ اُنکے بیٹے عبد اللہ نے کہا پھر آپ کیون انکو خلیفہ نہین بناتے تو عمر نے کہا ہمکو یہ گوارا نہین کہ زندگی و موت دونون مین اِسکا بار اُٹھائین (اسپر بھی عبد اللہ بن عمر نے بیعت نہین کی) عاصم بن کلیب کہتے ہین کہ جناب امیرؑ کے پاس کچھ مال آیا اصفہان سے تو آپنے اُسکو سات حصون پر تقسیم کیا جسمین ایک روٹی تھی اُسکو بھی حضرت نے سات حصہ کیا اور ساتون حصہ فوج کے سردارون کو بلا کر تقسیم کیے اور اسپر قرعہ ڈالا کہ پہلے کسکو دیا جائے۔ ہارون بن عنترہ راوی ہین کہ مین جناب امیر کی خدمت مین بمقام خورنق گیا وہ فصل سرما تھی۔ تو دیکھا آپ ایک پُرانی چادر اوڑھے ہوئے ہین اور مارے سردی کے کانپ رہے ہین۔ مین نے کہا کہ یا امیر المومنین خدا نے آپکا اور آپکے خاندان کا بھی تو حصہ اسمین مقرر کیا ہی پھر کیون یہ حالت ہی حضرت نے فرمایا قسم خدا کی ہمکو نہین لینا چاہیے۔ یہ چادر جو تم دیکھ رہے ہو وہ ہی جو ہم مدینہ سے اوڑھ کر آئے تھے یحییٰ بن سلمہ کہتے ہین کہ عمرو بن سلمہ کچھ مال لیکر اصفہان سے آئے۔ اُنکے ساتھ کچھ مال بھی تھا اور گھی۔ شہد کی مشکین بھی۔ ام کلثوم بنت امیر المومنین نے کچھ شہد اور گھی طلب کیا تو شہد اور گھی کا بھرا ہوا ظرف بھیجدیا جب دوسرے روز جناب امیرؑ نے اُسکو تقسیم کرنا چاہا تو شہد اور گھی کی مشکون مین سے دو مشکیزہ کم ہوئے۔ پوچھا کیا ہوئے تو ابن سلمہ نے اصل حال کو چھپا کر کہا کہ ابھی حاضر کرتے ہین۔ پھر حضرت اُمّ کلثوم سے ابن سلمہ نے منگا بھیجے۔ جب وہ مشکیزے آئے تو حضرت نے فرمایا یہ تو ناقص ہین۔ تاجرون کو بلوا کر اُنکی قیمت لگائی گئی تو تین درہم کے اندازے کم تھا اسقدر منگا کر ملا یا گیا تب تقسیم کیا گیا۔

حضرت ایک روز ہمدان سے باہر تشریف لائے تو دیکھا دو آدمی باخود ہا لڑ رہے ہین حضرت نے دونون کو جدا کر دیا۔ آگے بڑھے تو فریاد کی آواز آئی حضرت نے آکر پوچھا تو دیکھا ایک آدمی دوسرے کو پکڑے ہوئے ہی دریافت پر اُسنے کہا کیا حضرت ہمنے اسکے ہاتھ ایک کپڑا بیچا سات درہم پر اور یہ شرط کی کہ ممور و مقطوع درہم نہ دے اور یہی شرط ہوتی تھی اُس زمانہ مین۔ اب وہ شخص یہ درہم لایا ہی جسپر ہمنے واپس کیا۔ تو اُنسے ہمکو طمانچہ مارا حضرت نے اُس سے پوچھا تو کہا سچ کہا اُسنے۔ حضرت نے کہا پھر اسکی شرط پوری کر۔ اُسکے بعد مضروب سے کہا کہ یا تو تو اپنا بدلا اِس سے لیلے یا عفو کر اُسنے کہا ہمنے آپ کے حوالہ کیا حضرت نے فرمایا اسکو پکڑو۔ راوی کہتا ہی کہ اسکو اسطرح اُٹھا کر لائے جسطرح معلم لڑکون کو اُٹھا کر لے جاتے ہین اسکے بعد حضرت نے پندرہ کوڑے لگائے اور فرمایا یہ بدلا ہی اسکا جو تو نے اسکی حرمت ضائع کی۔

بعد شہادت جناب امیر امام حسنؑ نے خطبہ مین فرمایا آجکی شب قرآن نازل ہوا اور رفع حضرت عیسیٰ و قبل حضرت یوشع اسی شبکو ہوا تمنے اُس شخص کو قتل کیا ہی جسپر قسم خدا کی نہ کسی نے سبقت کی قبل اُسکے اور نہ کوئی اسدرجہ کو اُنکے بعد پہونچ سکتا ہی۔ اکثر رسول اللہ آپکو سرایا مین بھیجا کرتے کہ جبرئیل آپکے داہنے ہاتھ اور میکائیل بائین ہاتھ اُنکے قتل کیا کرتے۔ قسم خدا کی نہ زرد (دینار) چھوڑا ہی نہ سفید (درہم) مگر سات سو یا آٹھ سو درہم جو اس غرض سے رکھے تھے کہ ایک جاریہ خریدین۔

سفیان کہتے ہین حضرت علیؑ نے نہ کوئی مکان اپنے لیے بنایا۔ نہ اینٹ پر اینٹ رکھی۔ نہ نے پر نے (یعنی کسی قسم کا مکان نہین بنایا)۔

اور حضرت کا غلہ مدینہ سے جراب مین آیا کرتا تھا۔

روایت ہے کہ حضرت نے ایک روز اپنی تلوار لیجا کر بازار مین بیچ ڈالی اور فرماتے تھے کہ اگر چار درہم بھی ہمارے پاس ہوتے جس سے ایک پلنگ خرید تے تو اِس تلوار کو نہ بیچتے۔

آپکا معمول تھا کہ ایسے لوگون سے خریدا کرتے جو آپکو نہ پہچانتا اور جب قمیص خرید کرتے تو جسقدر آستین اُسکی زیادہ ہوتی اُسکو پھاڑ ڈالتے۔ اور آپکا معمول تھا کہ جس ہمیانی مین آپکے کھانے کا جو کا آٹا ہوتا تھا۔ اُسپر آپ مُہر کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نہین پسند کرتے کہ ہمارے شکم مین ایسا کھانا جائے جسکو ہم نہ جانتے ہون۔

شعبی کہتے ہین کہ حضرت علیؑ نے اپنی ذرہ ایک نصرانی کے پاس دیکھی اُسکو لیکر شریح قاضی کے پاس لائے اور خود قاضی کے پہلو مین بیٹھے اور کہا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو ہم اُسکے برابر کھڑے ہوتے۔ اُسکے بعد قاضی سے کہا یہ ہماری ذرہ ہی نصرانی نے کہا کہ نہین یہ ہماری ذرہ ہی مگر تکذیب جناب امیرؑ نہین کی شریح نے جناب امیرؑ سے کہا کہ کوئی گواہ بینہ بھی ہی کہ یہ ذرہ آپکی ہی حضرت نے فرمایا کہ نہین اسکے ساتھ آپ متبسم تھے۔ نصرانی وہ ذرہ لیکر چلا گیا۔ تھوڑی دور جاکر پھر آیا اور کہا مین گواہی دیتا ہون کہ یہ احکام انبیا سے ہین کہ خود جناب امیر المومنینؑ نے ہمکو اپنے قاضی کے پاس پیش کیا اور آپکا قاضی آپکے خلاف حکم دیتا ہی۔ اسکے بعد وہ اسلام لایا اور کہا بیشک یہ آپکی ذرہ ہی۔ جب آپ جنگ صفین کو جا رہے تھے۔ یہ گر گئی تھی۔ ہمنے اُٹھا لی جناب امیرؑ اُسکے اسلام سے بہت خوش ہوئے اور وہ ذرہ بھی اُسکو دیدی اور ایک گھوڑا عنایت کیا۔ وہ نصرانی ملازم رکاب ہوا یہانتک کہ جنگ نہروان مین شہید ہوا۔

روایت ہے کہ حضرت علیؑ ایک درہم کے خرمے خرید کر اپنی چادر مین لا رہے تھے لوگون نے کہا کہ ہمکو دیدیجیے پہونچا دین

حضرت نے فرمایا جو شخص صاحب عیال ہے وہ زیادہ مستحق ہی۔

حسن بن صالح کہتا ہی کہ عمر بن عبد العزیز کے سامنے زاہدون کا تذکرہ ہوا تو کہا علی ابن ابی طالب ازہد الناس تھے دنیا مین۔

مدائنی نے کہا کہ ایک قوم کو حضرت نے اپنے مکان پر دیکھا تو قنبر سے پوچھا یہ کون ہین کہا آپکے شیعہ ہین۔ فرمایا کیا وجہ کہ انمین علامت شیعہ نہین۔ پوچھا وہ کون سی علامت ہی۔ کہا شکم انکے خشک ہوتے ہین بھوک سے لب خشک ہوتے ہین تشنگی سے آنکھین ورم آلود ہوتی ہین گریہ و بکا سے۔ تاریخ کامل صفحہ ۱۶۰ جلد ۳۔ یہ ایک قطرہ ہی دریا سے۔ ذرہ ہی بیابان سے۔ ورنہ کون ہی جو آپکے فضائل و مناقب کا احصا کر سکے۔ مگر اہل اسلام اسپر اگر غور کرین تو انکو معلوم ہو کہ رسول اللہ کے بعد اگر یہ شخص خلیفہ ہوتا کسطرح اسلام کو رواج ہوتا اور کسطرح حق واضح ہوتا کیونکہ آپ دیکھ رہے ہین کہ آپکی جو بات ہے وہ اعجاز ہی۔ جو خلق ہی وہ کرامت۔ کیا آپکی خلافت کے بعد پھر کوئی گمان کر سکتا ہی کہ دنیا مین کسیطرح کا فتنہ و فساد رہتا کیونکہ رسول اللہ نے اپنی تیئیس برس کی رسالت مین تمام عرب کی کایا پلٹ دی تھی کفر کی جگہ اسلام۔ شرک کی جگہ توحید۔ ظلم کے عوض عدل۔ بخل کے عوض سخا جاری کر دیا تھا۔ اگر انھین اغراض و مقاصد کا چاہنے اور جاننے والا آپکا نائب ہوتا تو پھر کسکو اسمین شک رہ سکتا ہی کہ اسلام کی وہ تعلیم ہوتی جو اسکا اصلی مقصود تھا۔ ان حالات پر غور کرنے سے آپکو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہی کہ صحابہ کی سرکشی ایسی کیون تھی۔ انھین وجوہ سے کہ وہ لوگ بندۂ درہم و دینار تھے۔ جانتے تھے کہ اگر حضرت کی خلافت چل گئی تو پھر ہم لوگون کو فائدہ نہ ہوگا اسلیے سب مخالف تھے کہ آپ مال خدا کی بھی وہی حرمت کرتے تھے جو مسلمانون کی جان کی حرمت تھی کہ کسیطرح ناجائز طریقہ پر صرف کرنے پر راضی نہ ہوتے۔

افسوس کہ باوصف قصد اختصار پھر بھی اسوجہ مین کچھ طوالت ہوئی اور کل کیا ایک جزو مطلب بھی نہ بیان کر سکے۔

وجہ نہم۔ ابوبکر صاحب کو ابتداءً ایسی ایسی چھوٹی چھوٹی لڑائیان پیش آئین کہ جنکے فتح کرنے مین کسی قسم کی دقت ہی نہ تھی جس سے تمام سپاہیون کی ہمت فوراً بڑھ گئی کیونکہ عام قاعدہ ہی جب آدمی کو کسی کام مین کامیابی ہوتی ہی تو اسکی ہمت بڑھ جاتی ہی۔ چونکہ تمام صحابہ اس رائے کے مخالف تھے کہ ان لوگون سے جنگ کیجائے جو در اصل خلافت حالیہ کے مخالف تھے اور مرتد کا خطاب انکو دیا گیا۔ لہذا خلیفہ اول نے خود قصد کیا کہ جہاد کو نکلین مگر مقابلہ ایسا خفیف تھا کہ کل سو آدمیون کے ساتھ خلیفہ جہاد کے لیے چلے ہین۔ تاریخ خمیس مین ہی وعزم علی الخروج وامر الناس بالجهاد وخرج هو فی مائة من المهاجرين وقيل فی مائة من المهاجرين والانصار و خالد بن الوليد يحمل اللواء حتی نزل النقعاء وهو ذو القصه ص ۲۲۷ —

یعنی ابوبکر نے جب جنگ کا مصمم ارادہ کر لیا اور جہاد کا اعلان دیدیا گیا تو سو مہاجرین سے یا سو مہاجرین و انصار ملکر باہر نکلے۔ علمبردار خالد بن ولید تھے اور ذو القصہ مین آکر نزول کیا۔

ہم یہ نہین کہتے کہ یہی تعداد انکے ساتھ تھی اور بھی ہونگے مگر پہلے پہل جو خلیفہ جنگ کو چلے ہین تو قصر کی تعداد یہی تھی کہ سو آدمیون کا یہ لشکر تھا جس سے معلوم ہو سکتا ہی کہ یہ بھی لڑائی ہوگی اور اسکو کسقدر اہمیت دیجا سکتی ہی

کیونکہ یہ لڑائی خارجہ بن حصین سے تھی۔

اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا فاقتتلوا شیئا من قتال و تحیز المسلمون ولاذ ابوبکر بشجرۃ یعنی اس مختصر لڑائی مین مسلمانو نکا قدم اُکھڑ گیا اور ابوبکر صاحب ایک جھاڑی کے نیچے چھپ رہے جس سے انکی بھی وجہ معلوم ہوگی کہ پھر کیون نہ کبھی کسی معرکہ مین شریک ہوے وکرہ ان یعرف فاوی طلحۃ بن عبید اللہ علی شرف فصاح یا علی صوتہ لا باس ھذہ الجنیل قد جاءتکم فراجع الناس و جاءت الامداد و تلاحق المسلمون فانکشف خارجۃ بن حصین و اصحابہ و تبعہ طلحۃ بن عبید اللہ فیمن خف معہ فلحقوہ فی اسفل ثنایا عوسجۃ و ھو ھارب لا یالو فیدرکہ اخو یا اصحابہ فحمل طلحۃ علی جلہ بالرمح فدق ظہرہ ووقع میتا و ھرب من بقی و رجع طلحۃ الی ابابکر فاخبرہ ان قد انہزموا بین ثنایا ربین ص ۲۲۰

یعنی ابوبکر وہ سمجھا ابوبکر نے کہ انکا نام اس بارے مین مشہور ہونے پائے (کیونکہ خلیفہ بنے تھے) تب طلحہ نے جاکر ایک بلندی سے آواز دی کہ گھبراؤ نہین لشکر آپہونچا۔ اس سے مسلمانون کے لشکر مین جان آئی اور لوگ جمع ہوے اتنے مین فوج بھی مدینہ سے آگئی۔ تب خارجہ بھاگا اور طلحہ نے اُنکا تعاقب کیا اور لوگ بھی مل گئے۔ یہانتک کہ اسفل ثنایا عوسجہ (نام مقام) تک بھگا لے گئے۔ اور وہ بھاگا جاتا تھا کہ مڑکر دیکھتا بھی نہ تھا۔ خارجہ کے لشکر کا ایک آدمی اُنکو آخر مین ملگیا جسپر طلحہ نے نیزہ مارا کہ وہ مرگیا اور سب بھاگے۔ تب طلحہ نے آکر خبر دی کہ سب بھاگ گئے کوئی نہین رہا۔ اسکی وقعت سے آپکو اہمیت اس لڑائی کی معلوم ہوسکتی ہے کہ فریق مخالف کی جمعیت کتنی تھی جسکے مقابلہ مین خود ابوبکر صاحب سو آدمی لیکر نکلے ہین اور وہ کیسے بہادر تھے

کہ صرف ایک شخص کے مارے جانے پر ایسا نوک دُم بھاگے کہ پھر کسی کا وجود ہی نہ رہا اور طلحہ نے آکر ابوبکر کو مبارکباد دی۔

بخلاف جناب امیرؑ کے کہ آپکو پہلی لڑائی جو پیش آئی ہے انھین طلحہ سے جنھون نے تن تنہا فوج خارجہ کو شکست دی ہے۔ اور زبیر سے جنکی شجاعت کا بہت کچھ اہل سنت مین فسانہ ہے۔ پھر بتایئے ایسی جنگ کو جنگ ابوبکر سے کیا نسبت۔ اور کیا یہ مہم ایسی تھی جو اس جلدی سے سر ہوجاتی۔ اس جنگ کی اہمیت یون سمجھیے کہ فریقین کے لوگ جو اس جنگ مین مارے گئے تو تاریخ خمیس مین ہے یقال ان عدۃ المقتولین من اصحاب الجمل ثمانیۃ الاف وقیل سبعۃ عشر الفا و ذکر انہ قطعت علی خطام الجمل سبعون ید وکلہم من بنی ضبۃ کلما قطعت ید رجل تقدم آخر و قتل من اصحاب علیؑ الف بخوالف ص ۳۰۹ یعنی جنگ جمل مین جو لوگ مارے گئے اُنکی تعداد بقولے آٹھ ہزار تھی اور بقولے سترہ ہزار صرف حضرت عائشہ کے اونٹ کی مہار تھامنے والے ستر آدمی تھے جو یکے بعد دیگرے مہار تھامتے اور مارے جاتے۔ اور اصحاب جناب امیرؑ سے ہزار آدمی شہید ہوے۔ یہ تعداد ہی آپکو بتا رہی ہے کہ کتنی جمعیت تھی اور یہ مہم کیسی تھی جسمین سترہ ہزار یا آٹھ ہزار یا دس ہزار آدمی مارے گ. یہ بصرہ وہ مقام ہے جو عہد خلیفہ دوم مین آباد کیا گیا۔ فاتحین روم و شام کے لیے چھاونی ڈالی گئی ہے لاکھ خاندان مختلف قبائل کے یہین آباد ہین طلحہ و زبیر سے ان لوگون سے پہلے سے ساز باز ہے۔ عائشہ طلحہ زبیر کے آجانے سے وہ بھی سب انکے طرفدار ہین تاہم جناب امیرؑ نے کس تیزی اور جلدی سے اس معرکہ کو فتح کیا کہ آپکی فوج سے کل ہزار

آدمی مارے گئے اور فریق مخالف کے سولہ ہزار یا نو ہزار یا سترہ ہزار علی اختلاف الروایات۔

وجہ دہم۔ ابوبکر صاحب نے مخالفین خلافت کی سرکوبی مین اُس ناجائز طریقہ سے کام لیا جو وحشی سلطنتون کا قاعدہ تھا کہ ایسی سیاست کرتے جسکے بعد پھر کسی کو مخالفت کی جرأت نہوتی ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۵ رسالہ ہذا کہ خلیفہ نے کسطرح جلانے اور کان ناک کاٹنے کا حکم دیا ہے کہ جسکو مخالف پاؤ اُسکو قتل کرو۔ ہاتھ۔ پیر۔ کان۔ ناک کاٹو۔ زندہ جلادو تاریخ خمیس مین ہے فان اظھرہ اللہ علیہم انشاء اللہ وامکنہ منہم فلیقتلھم بالسلاح و لیحرقھم بالنار ولا یستبق منہم احدا ص ۲۲۸ - یعنی اگر خالد کی فتح ہو تو سبکو سلاح جنگ سے قتل کرے اور آگ سے جلا دے اور کسیکو زندہ نہ چھوڑے۔

یہ تو حکم ابوبکر صاحب کا تھا جو خلیفہ رسول بنے تھے اب اسکی تعمیل سنیے وصاح خالد ولا یطبخن رجل قدرا ولا یسخن ماءا الا تفیتہ راس رجل و امر خالد بالحظائر ان تبنی ثم اوقد فیہا النار ثم امر بالاسارٰی فالقیت فیہا والقی یومئذ حامیۃ بن سبیع بن الخشخاش الاسدی وھو الذی کان رسول اللہ استعملہ علی صدقات قومہ فارتد عن الاسلام واخذت ام طلحۃ احد نساء بنی اسد فعرض علیہا الاسلام فابت و وثبت النار فتقحمت النار وھی تقول ÷ یاموت عم صباحا ÷ کافحۃ کفاحا ÷ اذلم احید براحا ÷ وذکر الواقدی عن یعقوب بن زید بن طلحۃ ان خالدا جمع الاساری فی الحظائر ثم اضمھا علیھم حتی قوا وھم احیاء ص ۲۳۱ یعنی خالد نے پکار کر آواز بلند سے کہا کہ کسی شخص کو اگر کھانا پکانا ہو۔ یا پانی گرم کرنا ہو تو اُسکا چولھا کسی آدمی کا سر بنائے۔ اور حکم دیا خالد نے کہ حظائر بنائے جائین (یعنی لکڑی کے مکان) پھر اُسمین آگ روشن کی اور اسیرونکو حکم دیا کہ زندہ اُسمین ڈال دیے جائین۔ حامیہ بن سفیع کو بھی اُنھین اُنکے ساتھ جلا دیا حالانکہ یہ وہ صحابی ہے جسے خود رسول اللہ نے اپنی قوم کا عامل صدقہ مقرر کیا تھا جسکے بعد وہ مرتد ہو گیا اسلام سے (یعنی خلافت ابوبکر سے کہ خلیفہ مان کر اُسکو مال صدقہ نہین دیا) اس واقعہ مین ام طلحہ نامی عورت گرفتار ہوئی اُس سے اسلام لانے کو کہا اُسنے قبول نہ کیا اور آگ مین کود پڑی۔ اسکے بعد خالد نے قیدیون کو جمع کر کے حکم دیا کہ آگ مین جلا دیے جائین چنانچہ وہ سب جلا دیے گیے۔

آجکل جو سلطان عراکو اور آبین والون مین لڑائی ہو رہی ہے جو انتہا درجہ کی وحشی قومون سے ہین اُنکی نسبت اخبارون مین دیکھا ہوگا کہ سلطان عراکو قیدیون کے کان ناک کاٹ رہے ہین۔ اسپر تمام دول یورپ کا اعتراض ہو رہا ہے کہ یہ سزا نہایت وحشیانہ ہے۔ مگر اسلام کا پہلا خلیفہ جو ابن حبش سے اپنے باغیون کو سزا دے رہا ہے کہ قیدیون کو زندہ جلوا رہے ہین۔ اُسپر کسی کو غیرت نہ آئی۔ نہ یہی کوئی کہتا ہے کہ وہ خلیفہ ناجائز تھے جنھون نے اسلام کو بدنام کیا اور ہمیشہ کے لیے داغ عار بنادیا کہ پھر کسی مہذب قوم کے مقابلہ مین ہم سر نہین اُٹھا سکتے۔

مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ اسلام کی یہ تعلیم تھی۔ یا اسلام نے اسکو کبھی جائز کیا ہو۔ حاشا و کلا ایسا نہین ہے۔ چنانچہ خود اُسی وقت مسلمانون نے اس بیرحمی اور شقاوت پر اعتراض کیا چنانچہ اُسی تاریخ خمیس مین ہے ذکر غیر یعقوب ان خالد امر بالاخذ و تحفر بھا فقیل لہ ما ذا ترید بھذہ الاخذ و ذی ال حرقھم بالنار فکلم فی ذلک

فقال هذا عهد ابی بکر الصدیق الی فاقرؤه فی کل مجمع ان اظفرک الله بهم فاحرقهم بالنار ص ۲۳۱ جلد ۲ - یعنی خالد نے حکم دیا کہ زمین مین بڑے بڑے گڈھے کھودے جائین - جسپر پوچھا گیا کہ یہ گڈھا کسلیے کھودا جاتا ہی تو کہا اسمین لوگ جلائے جائین گے - اسپر اعتراض کیا گیا تو کہا دیکھو یہ حکم نامہ ابوبکر صدیق ہی اسکو ہر مجمع مین پڑھ کر سنا دو - ہمکو لکھا ہی " اگر خدا تجھے ظفر دے انپر تو سبکو جلا دینا آگ مین "

ابتو اچھی طرح معلوم ہوا کہ یہ حکم خاص ابوبکر کا تھا نہ حکم اسلام - اسی وجہ سے صحابہ نے اعتراض کیا کہ یہ کیسا ظلم ہو رہا ہی - جب خالد نے وہ حکمنامہ ابوبکر سنا دیا کہ بعد ظفر سب کو جلا دینا تو وہ ساکت ہو گئے - کیونکہ حکم خلیفہ کی مخالفت ہی سے تو بغاوت کا الزام قائم ہوتا - مرتد کا خطاب ملتا - پھر کیونکر ممکن تھا کہ اب کوئی یہ کہہ سکے کہ یہ حکم خلاف حکم خدا و رسول ہے -

اس قتل عام اور آتش افروزی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قبائل مین خلافت ابوبکر مسلم ہو گئی جسکی نسبت تاریخ خمیس مین ہی ولما اوقع الله ببنی اسد و فزارہ ما اوقع ببزاقہ بث خالد بن الولید السرایا لیصیبوا ما فعلوا حمن ہو علی ردتہ وجعلت العرب تسیر الی خالد راغبة فی الاسلام او خائفة من السیف فمنهم من اصابتہ السریة فیقول جئت راغبا فی الاسلام وقد رجعت الی ما خرجت منه ومنهم من یقول ما رجعنا ولکن منعنا اموالنا شححنا علیها ثم سلمناها فلیاخذ منا حقہ ص ۲۳۱ یعنی جب خدا نے واقع کیا بنی اسد و بنی فزارہ پر وہ جو واقع کیا تھا بنی بزاقہ پر دیہ کلمہ کفر ہو کہ اسکی نسبت خدا کیطرف حالانکہ فاعل اسکے خالد و ابوبکر ہین) تو خالد نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ تمام عرب مین پھیل جائین اور جہانتک مرتدین ملین انکو قتل کرین - عرب اب خالد کے پاس آنے لگے خواہ بہ رغبت اسلام لائین یا بخوف تلوار جنمین سے بعض تو یہ کہتے تھے کہ ہم اسلام لائے بہ رغبت اور جس دین سے خارج ہوے تھے اسمین داخل ہوے بعض یہ کہتے تھے کہ اسلام سے نہین پھرے تھے بلکہ اپنے مال کے دینے سے انکار کرتے تھے اب جو چاہو تم اپنا حق اس سے لے لو -

اس تحریر سے آپکو معلوم ہوگا کہ اسلام پر جو بزور شمشیر پھیلانے کا الزام دیا جاتا ہی تو اسکی باعث یہ کارروائیان تھین نہ وہ کارروائیان جو بعہد رسول ہوئین کہ ہر لڑائی کی وجہ خاص تھی نہ اس غرض سے کہ لوگ اسلام لائین - دوسرے یہ کہ آجتک جو مذہب شیعہ سے اہل اسلام خائف ہین اسی وجہ سے کہ انکو ابوبکر صاحب کی کارروائیان یاد ہین کہ اپنے مخالفون کے ساتھ کیا گیا - اسی وجہ سے ہزارون مسلمان نصرانی ہو گئے - ہزارون آریہ مگر کبھی اہل سنت کو جوش نہین آتا - مگر ادھر کوئی شخص شیعہ ہوا اور ہر طرح کی مخالفت اس سے شروع کر دی گئی اور وہ ایسا مجبور کیا جاتا ہی کہ پھر اسے کوئی چارہ نہین رہتا اسکا باعث یہی ہی کہ ابتدا سے خلافت خلیفہ اول سے ایسا تشدد کیا گیا کہ کسی کو پھر مخالفت کی جرأت نہین ہوتی - حق یہ ہی کہ جو لوگ اسلام کے احکام اور اسکے حالات مین غور کرتے ہین انکو اور بھی اسلام کی حقیقت پر یقین پختہ ہو جاتا ہی کیونکہ اسلام کی ابتدا کا زمانہ ہی تیرہ برس اسیر دہ گذر چکے ہین جو رسول الله کے بیچ قیام مکہ مین انتہائے مصیبت کا زمانہ تھا ابھی دس برس ہوے کہ اسلام کا نضیج شروع ہوا - اسلام کی اشاعت

ہونے لگی۔ اسلام کے اغراض معلوم ہونے لگے کہ یہ وہ دین ہے جسمین دین و دنیا کو خدا نے ایک ساتھ ضم کیا ہی۔ حضرت جنگ بھی کرتے ہین صلح بھی۔ حکومت بھی کرتے ہین رسالت بھی۔ یہ ہر امر متشابہ کو جدا کرتے ہین۔ ہر امر مین فرق بتاتے ہین کہ اسطرح قتل کرنا کفر ہی۔ اسطرح قتل کرنا اسلام ہی۔ اسپر یہ مصیبت پڑتی ہی کہ خلیفہ وہ شخص ہوتا ہی جو نہ دل سے اسلام لایا نہ اسلام کا کسی وقت مین خیر خواہ رہا۔ نہ صاحب رائے تھا۔ نہ صاحب تدبیر۔ نہ کبھی اسکی شجاعت ظاہر ہوئی۔ نہ علم۔ احکام اسکے جتنے ہوتے ہین خلاف اسلام۔ اور پھر اسلام ہے کہ دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہی سامان کیا جاتا ہی اسلام کے مٹانے کا اور خدا اپنا کام کر رہا ہی۔ دیکھیے جو لوگ اسلام لا چکے تھے وہ کسطرح جلائے اور بھونے گئے۔ اور جو لوگ خود اہل عہد رسول مین اعلیٰ درجہ کے منافقون سے تھے وہ اس زمانہ مین بھی باوصف اظہار ارتداد و جنگ و خونریزی مسلمین کسطرح آزاد کیے جاتے ہین۔ تاریخ خمیس مین ہی ولما فرغ خالد من بیعۃ بنی عامر اوثق عیینۃ بن حصین وقرۃ بن هبیرۃ القشیری وبعث بهما الی ابی بکر الصدیق قال ابن عباس فقدم بهما المدینۃ فی وثاق فنظرت الی عیینۃ مجموعۃ یداہ الی عنقہ بحبل ینخسہ غلمان المدینۃ بالجرید ویضربونہ ویقولون ای عدو اللہ اکفرت باللہ بعد ایمانک فیقول واللہ ما کنت امنت باللہ فلم یعاقب ابو بکر قرۃ وعفا عنہ وکتب لہ امانا وکتب لعیینۃ امانا وقبل منہ ص ۲۳۲ یعنی خالد بن عامر کی بیعت سے فارغ ہوے (اس سے بھی معلوم ہوا کہ لڑائی دراصل بیعت کے لیے تھی) تو عیینہ بن حصین اور قرہ بن ہبیرہ کو قید کر کے ابو بکر کے پاس بھیجدیا۔ ابن عباس کہتے ہین کہ عیینہ کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوے تھے۔ مدینہ کے لڑکے اُسکے منھ پر لکڑیون سے مارتے تھے اور خراشین ڈالتے تھے اور کہتے تھے اے دشمن خدا تو اسلام لا کر پھر کافر ہو گیا وہ کہتا تھا مین تو کبھی ایمان ہی نہین لایا۔ جب ابو بکر کے پاس لائے تو کچھ سزا نہین کی اور چھوڑ دیا اور امان کا پروانہ لکھدیا اسیطرح عیینہ بن حصین کو بھی نامہ امان لکھدیا۔ دیکھیے عیینہ و قرہ کے ساتھ تو خلیفہ کا یہ سلوک ہے حالانکہ وہ یہ بھی کہہ رہا ہی کہ "ہم تو کبھی ایمان ہی نہین لائے" اور اپنے مخالفین خلافت کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ زندہ جلوا دیا۔ عیینہ وہ ہی جسنے عمرو بن العاص سے کہا تھا فقال لہ عمرو بن العاص ما وراءک یا عیینۃ من ولی الناس امورھم قال ابو بکر فقال عمرو اللہ اکبر قال عیینۃ یا عمرو استوینا نحن وانتم فقال عمرو کذبت یا ابن الاخابث من مضر وسار عیینۃ فجعل یقول لمن لقیہ من الناس احبسوا علیکم اموالکم قالوا فانت ما تصنع قال لا یدفع الیہ رجل من فزارۃ عناقا واحدۃ ولحق عند ذلک بطلیحۃ الاسدی فکان معہ ص ۲۳۴ یعنی عیینہ سے عمرو بن عاص سے ملاقات ہوئی تو عمرو بن عاص نے مدینہ کی خبر پوچھی اُسنے حضرت کی وفات کا حال بیان کیا اُسپر عمرو نے پوچھا پھر کون خلیفہ ہوا تو کہا ابو بکر عمرو نے کہا اللہ اکبر۔ اسپر عیینہ نے کہا کہ اب ہم اور تم برابر ہو گئے (کہ رسول نہین رہے منافقون کا دور دورہ ہی) عمرو نے کہا تو جھوٹ کہتا ہی اسکے بعد عیینہ نے لوگون کو زکوۃ دینے سے منع کیا اور کہتا تھا کہ ایک بکری بھی نہ دیجائیگی۔ بعدہ طلیحہ اسدی سے جا کر ملحق ہوا جو مدعی نبوت ہوا تھا۔

اب تو آپکو معلوم ہوا کہ عینیہ اِن لوگون کو بھی اپنا ہم جنس جانتا تھا اور اُسنے اسکی ابتدا کی کہ صدقات کا دینا موقوف کیا جائے اور طلیحہ ہدی کے ساتھ مسلمانون سے لڑنے لگا۔ مگر واہ رے سیاست بکری کہ اُن مسلمانون کو تو اسطرح جلا بھنا کر خاکستر کیا اور اسپر اِس منافق پر یہ نوازش۔

پہلے آپ ازالۃ الخلفا سے دیکھ آئے ہین کہ ابو بکر صاحب نے صرف اسی پر اکتفا نہین کی بلکہ ایک جاگیر بھی اُسکو عطا کی جسکو عمر صاحب نے آکر چاک چاک کر دیا۔ مگر یہ سر تصرف نا گُفتنی تھی ورنہ ہقد رمال وافر دیا کہ خود اُسنے اقرار کیا۔

یہ اتحاد و اتفاق اُنکے ساتھ اِسدرجہ ترقی پا گیا کہ آخر عثمان صاحب نے اُنکی بیٹی سے شادی کی جسکا نام ام البنین قرار پایا۔ یعنی عثمان کے اولاد کی مان۔

پھر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ منافق نہ تھے جو اسطرح منافقون سے رشتہ پیوند کرتے۔ خالد بن ولید کی یہ کاروائی تو آپ دیکھ چکے ہین کہ مالک کا سر جلایا گیا ہے اور اسپر دیگچی چڑھائی گئی ہے۔ بلکہ تاریخ خمیس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر صاحب نے خالد کو اُس قبیلہ پر چڑھائی کرنے کا حکم نہین دیا تھا۔ بلکہ خالد نے محض اِس غرض سے کہ مالک کی زوجۂ حسینہ جمیلہ پر تصرف ناجائز کرے۔ یہ لڑائی کی وجہ تھی۔ چنانچہ خمیس مین ہے و

لما فرغ خالد من بزاخه و بنی عامر و من منہم اظہر ان ابابکر عہد الیه ان یسیر الی ارض بنی تمیم و الی الیمامة فقال ثابت بن قیس بن شماس و هو علی الانصار و خالد علی جماعة المسلمین ما عهد الینا ذلک و ما نحن بسائرین لیست بنا قوة و قد کل المسلمون و عجف کراعهم فقال خالد اما انا فلست بمستکره احدا منکم ص ۲۳۲ یعنی جب خالد بزاخہ و بنی عامر وغیرہ سے فارغ ہوا تو ظاہر کیا کہ ابو بکر نے بنی تمیم و یمامہ پر بھی جانے کا حکم دیا ہے جسپر ثابت بن قیس نے کہا کہ قبیلہ انصار کا افسر بنایا گیا تھا کہ ہمسے تو ابو بکر نے یہ حکم نہین دیا تھا۔ ہم جائینگے نہ مسلمانون کو اتنی قوت ہے۔

جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خالد نے محض اپنی خواہش نفس سے یہ کام کیا۔ دو روز کے بعد انصار نے یہ سوچا کہ اگر کوئی واقعہ پیش آیا تو مفت شرمندگی ہوگی۔ یہ سوچکر خالد سے یہ بھی جا کر ملے اور لڑائی ہوئی جسکا نتیجہ معلوم ہے کہ مالک مارا گیا اور اُسکا سر جلایا گیا۔ اور اُسکی زوجہ پر اُسی وقت خالد نے تصرف کیا۔ جب یہ خبر مدینہ مین پہونچی ہے تو کل صحابہ اس سے ناراض ہوے فاشار عمر علی ابی بکر بقتل خالد قصاصا فقال ابو بکر لا اغمد سیفا شهره الله علی الکفار و قال عمر لخالد لئن ولیت الامر لاقیدنک به ص ۲۳۳

یعنی عمر نے رائے دی کہ ابو بکر مالک کے قصاص مین خالد کو قتل کرین مگر ابو بکر نے کہا ہم اُس تلوار کو نیام مین نہین کر سکتے جسے خدا نے کفار پر کھینچا ہے۔ اسپر عمر نے کہا اگر ہم خلیفہ ہوے تو ضرور اسکا بدلا لینگے۔

ابو بکر صاحب کے جواب سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ اُنکی نیت کیا تھی کیونکہ جرائم کا اقرار ہے اور سزا بھی معلوم ہے مگر چونکہ وہ خونریزی کر کے اُنکی خلافت کا سکہ جما رہا ہے اسلئے کسیطرح معزول بھی نہین کیا جاتا۔ مگر کم سے کم یہ تو ضرور تھا کہ ابو بکر صاحب اِس واقعہ سے کچھ متاثر ہوتے اور کم سے کم اپنے تشدد مین کمی کرتے۔ مگر نہین ایسا نہین ہوا بلکہ جو صحابہ خالد کی اِن بے اعتدالیون سے متاثر ہو کر واپس آتے تو ابو بکر کہتے فقال لهم سبعتی ایاکم و امانی لکم ان تلحقوا بخالد بن الولید و من معه من المسلمین ثم کتب الی خالد بانه خصه سعه الیمامة فهو

فمن لیبلغ شاھدکم لغائبکم ولا تقدموا علی الجعلی
وجھکم الی خالد ص ۲۳۲
تمہاری بیعت تمہاری امان یہی ہے کہ خالد کے پاس چلے جاؤ اور انکو مدد دو۔ جبتک وہ تمہارے پہونچنے کی اطلاع نہ دیگا کسی کو امان نہیں۔

بمقابل اسکے سیرت امیر المومنین ملاحظہ فرمائیے روضۃ ندیہ میں ہے قال قام علی بالمدینۃ فقال من احب ان یلحقنا فلیلحقنا ومن احب ان یرجع فلیرجع مأذونا لہ غیر حرج ص ۱۳۱ کہ جب مدینہ سے روانہ کوفہ ہوے ہیں تو بمقام ربذہ آپنے قیام فرمایا اور کہا کہ جس شخص کا جی چاہے ساتھ جہاد کے لیے چلے اور جسکا جی چاہے نہ جائے نہ جبر ہے نہ اکراہ۔ مگر ابوبکر صاحب کا یہ تشدد ہے کہ سبکو خالد کی رفاقت پر مجبور کر رہے ہیں۔ پھر تماشہ یہ کیونکر خالد کی ہمت نہ بڑھے اور وہ باتیں نہ کر گذرے جو اسکے دل میں تھیں۔ ابوبکر نے انکو لکھا تھا ان اظفرک اللہ باھل الیمامۃ فایاک ولا ابقاء علیھم اجھز علی جریحھم واطلب مدبرھم واحمل اسیرھم علی السیف وھول فیھم القتل واحرقھم بالنار وایاک ان تخالف امری ناص ۳۲ یعنی اگر تجھے اہل یمامہ پر ظفر ملے تو ہرگز کسیکو باقی نہ چھوڑنا۔ زخمی کو تمام کرنا۔ جو بھاگ جائے اسکا تعاقب کرکے پکڑنا قیدیوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لینا۔ قتل عام کرنا۔ سبکو آگ سے جلا دینا۔ ہرگز ہمارے حکم کے خلاف نہ کرنا۔

اس حکمنامہ کو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیسا سخت اور تاکیدی ہے جسسے بظاہر آپ یہ قیاس کرتے ہونگے کہ چونکہ وہاں مسیلمہ کذاب مدعی نبوت ہوا ہے اسلیے خلیفہ کو یہ غصہ ہوا ہے۔ مگر نہیں حاشا و کلا ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ابھی طلیحہ اسدی کو چھوڑ چکے ہیں جو بھی مسیلمہ کیطرح مدعی نبوت ہوا تھا جو بھاگ کر شام کو چلا گیا۔ مسیلمہ مارا گیا۔ مگر نہ لاش اسکی جلائی گئی نہ اسکے سر پر دیگیں پکائی گئیں۔ بلکہ یوں ہی چھوڑ دیا گیا۔ اسپر خالد نے یہ ترقی کی کہ اسی قبیلہ میں اپنی ایک شادی کر لی جس سے اسقدر اسلام کو نقصان پہونچا کہ العظمۃ للہ۔ اور یہی عشق وجہ فوج کشی بھی ہوا۔

خلاصہ اسکا یوں ہے کہ خالد نے طلیحہ کی فوج کو یمامہ کیطرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ جو قبیلہ بنی حنیفہ سے ملجائے انکو گرفتار کر لینا۔ خالد کا لشکر دو سو تھا جو پہلے روانہ ہوا۔ انکو ۲۳ آدمی اسی قبیلہ کے مل گیے جن سے دریافت کیا تو سب نے مسیلمہ کے رسول اللہ ہونے کا اقرار کیا۔ انہیں مجاعہ نامے بھی ایک شخص تھا جسنے کہا ہم تو رسول اللہ پر ایمان لاچکے ہیں ہمیں مسیلمہ سے کیا واسطہ۔ ہم اپنے اسلام سابق پر باقی ہیں نہ کسی قسم کا تبدل کیا نہ تغیر۔ سب گرفتار کر لیے گئے اور بجز مجاعہ و ساریہ بن مسیلمہ بن عامر کوئی نہیں بچا۔ ان دونوں کو قید کر لیا۔ خالد اسی حالت قید میں اسکو اپنے پاس بلاتا اور باتیں کیا کرتا۔ مجاعہ کو یہ خوف تھا کہ خالد قتل کریگا۔ مگر خالد نے اپنی زوجہ ام تمیم کو جو پہلے زوجہ مالک بن نویرہ تھی اسپر موکل کیا کہ مجاعہ کو ہرطرح آرام ملے

مجاعہ اصل میں قوم بنی حنیفہ کا جاسوس تھا جو اسطرح خالد کی قید میں ہے اور یہاں کے حالات سے اپنی قوم کو برابر خبر دے رہا ہے۔ خالد یمامہ میں پندرہ روز رہا یہانتک کہ مسیلمہ مارا گیا اس شب کو مجاعہ نے اپنی قوم کو کہلا بھیجا کہ عورتوں کو لباس سلاح جنگی سے آراستہ کرکے صبح کے وقت آفتاب کے سامنے قلعہ میں کھڑا کر دینا۔

جب صبح کو خالد مجاعہ کو لیکر کشتوں کا تماشا دیکھنے گئے تو مسیلمہ بھی ان کشتوں میں ملا جسکو مجاعہ نے پہچانا اور وہ اسیطرح چھوڑ دیا گیا۔ اسپر خالد نے مجاعہ سے کہا یہی شخص تھا جسنے یہ سب کام کیا اور یہ آفت تمہاری قوم پر آئی۔

خالد یہ سمجھے تھے کہ سارا قبیلہ قتل ہو چکا اب کوئی ایسا
آدمی باقی نہین رہا جو قابل جنگ ہو۔ مجاعہ نے کہا یہ نہ
خیال کرنا کہ جنگ تمام ہوئی کیونکہ یہ تو وہ لوگ تھے جو
جلدی کرکے نکل آئے ابھی قلعہ اسیطرح بھرا ہوا ہی۔ گھرون
مین ابھی لوگ موجود ہین چنانچہ مجاعہ نے اشارہ کرکے
قلعہ کیطرف بتایا خالد نے جو دیکھا تو واقعا ہزارہا آدمی
نظر آئے جو لباس جنگی سے آراستہ تھے۔ کیونکہ مجاعہ نے شب
ہی کو کہلوا بھیجا تھا کہ عورتون کو لباس جنگ سے آراستہ
کرکے کھڑا کردینا۔

خالد نے جب یہ دیکھا تو بہت گھبرایا اسوقت مجاعہ نے
صلح کی بات چیت کی اور نصفا نصف مال و قیدی
پر معاملہ طے ہوا۔ بعد صلح جب قیدی وغیرہ لائے گئے
تو بہت ہی کم نظر آئے اسپر خالد نے کہا ویلک یا مجاعة
خدعتنی فی یوم مرتین قال مجاعة قومی فما
اصنع وما وجدت من ذلک بدا اص ۲۴۳ ج ۲ خمیس
اے مجاعہ ایک ہی روز مین تو نے ہمکو دو مرتبہ دھوکھا
دیا مجاعہ نے کہا کیا کرون قوم اپنی ہی اور اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔
اب سنیئے کہ خالد سے اور انصار سے جو
بات چیت ہوئی اُس سے اصلی حال معلوم ہوگا۔

(ترجمہ صفحہ ۲۴۴ ج ۲ خمیس) یعنی جب خالد نے مجاعہ سے
صلح کرلی تو اسید بن حضیر و ابو نائلہ نے جو قبیلہ بنی انصار
سے تھے کہا کہ اے خالد اس صلح کو قبول نہ کر۔ (خالد)
تلوار نے تم لوگون کو تباہ کردیا (اسید) اگر ہم فنا ہوئے
تو وہ لوگ بھی تو فنا ہو گئے (خالد) جو تم لوگون سے بچ گئے
وہ سب زخمی رہ گئے (اسید) پھر وہ بھی تو زخمی ہونگے
ہرگز صلح نہ کرو بلکہ صبح کو انپر حملہ کرو فتح و فیروزی نصیب
ہو یا قتل ہو جائین۔ مگر اب ابوبکر کے مطابق عمل کرو کہ ہمکو
لکھا ہی "اگر اہل یمامہ پر ظفر پاؤ تو ایک کو زمین سے نہ چھوڑو"
خدا نے ہمکو غلبہ دیا اور اُنکے سردار کو قتل کر چکے اب اگر
کوئی بچیگا تو وہ خود ہلاک ہوگا۔ ابھی یہی باتین ہوتی تھین کہ
ابوبکر کا دوسرا خط آیا جسمین لکھا تھا کہ "جب یہ خط پہونچے
اور خدا تجھے اہل یمامہ پر ظفر دے تو ایک شخص کو بھی زمین پر
نہ چھوڑنا" اس خط پر انصار کا دعوی اور بھی تیز ہوا اور
کہنے لگے کہ ابوبکر کا حکم اور بھی قابل تعمیل ہی بہ نسبت تیرے
حکم کے۔ کسی کو زندہ نہ چھوڑنا چاہیے (خالد) ہم تو اُنسے
صلح کر چکے اور صلح تمام ہو چکی اب اگر کچھ بھی ہمکو نہ دینگے تو
ہم جنگ نہ کرینگے کیونکہ وہ سب اسلام لا چکے (اسید)
مالک بن نویرہ بھی تو مسلمان تھا جسکو تو قتل کر چکا پھر انکے
قتل مین باوصف اسلام کیا عذر ہی؛ خالد یہ کلام سنکر چپ
ہو گیا اور کوئی جواب نہین دیا کیونکہ خالد اسکے قبل مجاعہ
کی بیٹی سے خطبہ کر چکا تھا جو تمامی اہل یمامہ سے بڑھ کر
حسینہ و جمیلہ تھی۔ مجاعہ نے اس گفتگو کے بعد کہا ہماری
رائے ہی کہ اس بارے مین اب سکوت کرلو کیونکہ اس سے تمکو
بھی نقصان پہونچیگا۔ اور ہمکو بھی۔ خالد نے کہا تم نکاح
کردو اگر ہمارا صاحب (ابوبکر) ہمارے حسب خواہ ہوا
تو پھر کوئی بات ہی نہین ہی اور اگر خلاف بھی ہوگا تو کوئی
بات نہین۔ مجاعہ نے کہا ہمکو جو نصیحت کرنی تھی کر چکے
اب تم جانو اسکے بعد اپنی لڑکی کا نکاح کردیا۔ جب یہ خبر
ابوبکر کو ملی تو بہت غصہ ہوئے اور عمر سے کہا دیکھتے ہو خالد کسقدر
عورتون پر حریص ہی کہ اپنے دشمنون کی بیٹیون سے نکاح
کرتا ہی اور مصیبتون کو بھول جاتا ہی۔ عمر نے اور بھی خالد
کی شکایت کا دفتر کھولا اور جسقدر بن پڑی انکی مذمت
کی جسپر ابوبکر نے خالد کو خط لکھا کہ اب تم ایسے فارغ البال
ہو گئے کہ نکاح کرتے ہو اور عروسی کرتے ہو حالانکہ تیرے

دروازہ پر بارہ سو مسلمانون کا خون ہی جو ہنوز خشک نہین ہوا۔ پھر مجاعہ نے تمکو فریب دیا کہ اپنی قوم کے حسب خواہ صلح کرالی حالانکہ خدانے تجھکو انپر مسلط کیا تھا۔

اِس عبارت سے بھی آپکو اچھی طرح معلوم ہوا کہ ابو بکر صاحب نے کیسا حکم سخت صادر کیا تھا کہ اہل یمامہ کے ایک آدمی کو بھی زندہ نہ چھوڑنا جو لوگ حد بلوغ کو پہونچے ہین سبکو قتل کر ڈالنا۔ خالد نے محض اسوجہ سے کہ اسی قبیلہ مین مجاعہ کی ایک حسینہ وجمیلہ لڑکی سے عقد کرنا چاہتا تھا۔ باوصف کامیابی وغلبہ ایسی صلح کی جس سے مسلمانونکا سخت نقصان ہوا حالانکہ اسید بن حضیر اور ابو نائلہ جو معزز صحابی تھے قبیلۂ انصار سے وہ اس صلح سے ناخوش ہین اور سمجھا رہے ہین کہ یہ بڑی ذلت کی صلح ہی مگر وہ اپنی خود غرضی سے کسیکی شنوائی نہین کرتا۔ نہ حکم امرائے ابو بکر کو مان رہا ہی بلکہ صلح کرتا ہی۔ ابو بکر صاحب اس خبر پر غصہ بھی ہو رہے ہین کہ خالد نے مجاعہ کی لڑکی سے عقد کرلیا۔ اور مسلمانون کے ہقدر مارے جانے کا اُسکو کچھ افسوس نہین ہوا عمر صاحب نے بھی جسقدر ممکن ہوا اُنکی بدگوئی مین کوشش کی مگر ابو بکر صاحب نے کسیطرح اُنکو معزول ہی کیا نہ کوئی انتقام ہی لیا۔ تو کیا کوئی کہہ سکتا ہی کہ یہ سب کارروائیان محض خدا کے لیے ہوئی ہین حاشا وکلا۔ کوئی اسکا گمان بھی نہین کرسکتا۔ جو کچھ تھا محض از راہ خود غرضی ودنیاداری۔ ابو بکر صاحب کا تو یہ خیال ہی کہ جسطرح ہو مخالفین خلافت پامال کیے جائین اور کوئی زندہ نہ بچے چنانچہ بعد مصالحہ خالد بھی وہ فرمایا کرتے۔

ولیت خالد لم یصالحهم وانه حملهم علی السیف فما بعد هؤلاء المقتولین یستبقی اهل الیمامة وهم الی من کذا هو فی بلیة الی العام القیامة ص ۲۴۴

یعنی ابو بکر کہتے ہین کہ کاش خالد اُنسے صلح نہ کیے ہوتا اور سبکو قتل کر ڈالتا کیونکہ ہمیشہ اُسکے کذابون سے لوگ بلا مین رہین گے تا روز قیامت۔ دیکھیے ابو بکر صاحب اپنی رحم دلی کو کن لفظون مین ظاہر کرتے ہین کہ کاش خالد انمین سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ خالد کا یہ خیال ہی کہ ہماری غرض پوری ہو۔ جو ہمارا مطلب ہے وہ حل ہو نہ اسلام سے مطلب ہے نہ ابو بکر کے احکام سے۔ اسی غرض سے مالک کو قتل کیا کہ بغیر اُسکے قتل کیے شہوت رانی نہین ہوسکتی تھی اور یہان بغیر مصالحہ کیے ہوے کام نہین چلتا تھا اسی لیے عین لڑائی مین وہ وہ کام کیا کہ نتیجہ بد پیدا ہوا اور صلح پر بمجبوری راضی ہونا پڑا۔ چنانچہ برار بن مالک کو اسی غرض سے رسالہ کی سپہ سالاری سے موقوف کردیا تاریخ خمیس ہی فاستعمله (اسامة) خالد علی الخیل وکان البراء بن مالک وامر البراء ان یقاتل راجلا فاقتحم عن فرسه وکان راجلا لا راحلة له فلما انکشف الناس یوم الیمامة وانکشف اسامة باصحاب الخیل صاح المسلمون یا خالد ول البراء بن مالک فعزل اسامة ورد الخیل الی البراء فقال له ارکب فی الخیل فقال البراء وهل الناس خیل قد عزلتنی وفرقت الناس عنی فقال له خالد لیس حین عتاب ارکب ایها الرجل فی خیلک الا تری ما الحم من الامر فرکب البراء فرسه وان الخیل لا زواغ فی کل ناحیة وما بی الا الهزیمة فجعل الیه سیفه وینادی یا صحبه یا للانصار یا خیلاه یا خیلاه انا البراء بن مالک فثاب الیه الخیل من ناحیة وانابت الیه الانصار فارسها وراجلها ؟ ص ۲۰۴-

یعنی خالد نے برار بن مالک کو معزول کر کے اسامہ کو سوار دو انکا

افسر بنایا۔ اور برار کو حکم دیا کہ پیادہ جنگ کرے۔ برار فوراً گھوڑے سے کود پڑا۔ جب اسامہ کے لشکر کو شکست ہوئی تو مسلمانون نے آواز دی کہ جلد برار بن مالک کو افسر بنا۔ خالد نے برار کو حکم دیا کہ جلد سوار ہو کر جنگ کر۔ برار نے کہا اب ہمارے پاس سوار کہان ہین تو خالد نے کہا یہ وقت عتاب نہین۔ دیکھتے ہو کہ مسلمانونکا کیا حال ہی شکست ہوا چاہتی ہی۔ برار سوار ہوا اور پکارنا شروع کیا تلوار اپنی دکھاتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ ہم ہین برار بن مالک جبپر سب جمع ہوئے اور فتح ہوئی۔ دیکھیے برار کی معزولی کیون ہوئی۔ اسی لیے کہ کسیطرح یہ خرابی ہو مگر خدا اپنے دین کا حافظ ہی مسلمانون نے ہر طرف سے آواز دینی شروع کی کہ پھر برار افسر مقرر ہوا اور اسنے فتح کی۔ عمر کا یہ خیال ہی کہ خالد ہمارا قدیمی دشمن ہی وہ کیون اسقدر عروج پا رہا ہی کہ خلیفہ سب کہنا ہمارا مانتے ہین مگر اس بارہ مین کوئی سماعت نہین ہوتی۔

اسید بن حضیر وغیرہ انصار کا یہ خیال ہی کہ ہمارے قبیلہ کے اتنے لوگ مارے جا چکے ہین انکا خاتمہ ہی کر دینا چاہیے مگر کسیکو نہ اسلام کا خیال ہی نہ احکام کہ کہانتک وہ قتل کی اجازت دیتا ہی اور کہانتک منع کرتا ہی۔

اب اس سے بڑھ کر کیا جرات ہو سکتی ہی کہ خالد ابھی وہ حرکت ناشائستہ کر چکا ہی کہ مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اُسی شب کو اُسکی زوجہ پر متصرف ہوا۔ پھر یہان مجاعہ کی لڑکی سے اُسکے حسن وجمال پر فریفتہ ہو کر عقد کر رہا ہی جس سے یمامہ کی بنی بنائی لڑائی اسطرحپر خراب کی گئی۔ یہ سب جرات کیون ہی؟ صرف اسی وجہ سے کہ سمجھ رہا ہی ابوبکر صاحب ہمارے طرفدار ہین ہم ہزار ظلم کرین وہ ناراض نہونگے۔ کیونکہ اصلی غرض اُنکی پوری ہو رہی ہی کہ خلافت کا سکہ جم رہا ہی۔ چنانچہ جب مجاعہ نے کہا تھا کہ اس ارادہ سے باز آ ورنہ اس سے ہمکو بھی نقصان پہونچیگا اور تمکو بھی تو خالد نے اُسیوقت کہدیا تھا "اگر ہمارے صاحب راضی ہوئے تب تو کوئی بات ہی نہین اور اگر ناخوش ہوئے تو کوئی بڑی بات نہین" جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ کیسی جرات تھی۔ بہرحال ان مجموعی حالات سے آپکو معلوم ہوا کہ ابوبکر صاحب نے باین کبرسنی اور باوجود نرم دل اور رحیم مشہور ہونیکے ساتھ کسقدر جبر تشدد سے کام لیا کہ اپنے مخالفون کے لیے ایسا سخت حکم نافذ کیا تھا کہ اگر تمام زمانہ کے وحشی بادشاہون سے اسکا مقابلہ کیجیے گا تو ابوبکر صاحب کا نمبر اول نکلیگا۔

بخلاف اسکے جناب امیرالمومنین کا یہ فرمان ہی تاریخ کامل مین ہی وکان صل علیہ ان لا تقتل مدبر ولا یتدف فف علی جریح ولا یکشف ستر ولا یاخذ مالا ص ۱۰۲ یعنی جناب امیرؑ کا یہ حکم تھا کہ جو جنگ سے بھاگ جائے اُسکا تعاقب نہ کرو۔ زخمی پر حملہ نہ کرو۔ کسی مکان کا پردہ نہ کھولو۔ کسیکا مال نہ لو۔ پھر بتایئے کیونکر جناب امیرؑ اپنا تسلط قائم کرتے اسقدر جلد۔ اور کیونکر ایسے سرکشون کو سر کرتے آپ کہیے گا جناب امیرؑ کی یہ سیاسی غلطی تھی جو اسطرح کی کارروائی کرتے تھے جسکو مین تسلیم کرتا ہون کہ بیشک شیطانی قواعد کے ضرور یہ خلاف ہے۔ مگر جو شخص خدا و رسولؐ کے حکم کا تابع ہوگا وہ اسکے خلاف کیونکر کر سکتا ہی کیونکہ یہی تو حکم رسولؐ ہی دحکم بانہ لا یجہز علی جریح ولا یتبع مدبرا کیا آپ آجکل کے روشن زمانہ مین نہین دیکھ رہے ہین کہ مخالفین اسلام کسطرح ان قواعد کی پابندی کر رہے ہین جس سے دنیا مین اُنکا کیا نام ہو رہا ہی اور مہذب کہلاتے ہین۔ بخلاف اسکے وہ لوگ وحشی کے لقب سے ملقب ہوتے ہین جو اس کی مخالفت کرتے ہین۔

ملاحظہ ...... ص ۲۰۰ زاد المعاد جلد ۲

اب ہم عام عقلاے عالم سے پوچھتے ہین کہ بتاؤ رحم
دلی صفت محمود ہی یا قساوت یا شقاوت ممدوح ہی۔ ابوبکر
کے احکام رحمدلی پر محمول ہو سکتے ہین یا جناب امیرؑ
کے۔ پھر کیونکر تم انکا الزام دیتے ہو کہ جناب امیرؑ نے مسلمانون
کو قتل کیا۔ حق یہ ہی کہ مسلمانون کو جسنے سب سے زیادہ
تباہ و برباد کیا وہ ناانصافی ہی جس سے ابوبکر صاحب
اس تشدد آمیز احکام پر تو مورد آفرین ہین اور جناب
امیرؑ اس نرمدلی اور رحیمی پر مورد عتاب ہین۔
جناب امیرؑ نے ان حروب مین اسلام کی اُس تعلیم کو جس سے
اسلام تمامی ادیان سے ممیز و ممتاز رہا ہی اسطرح روشن
کیا ہو کہ کوئی نظیر اُسکی نہین لا سکتا۔ تاریخ کامل مین ہی
ثم راح الی عائشة وهو فی دار عبد الله بن خلف
وهی اعظم دار بالبصرة فوجد النساء یبکین
علی عبد الله و عثمان ابنی خلف و کان عبد الله
قتل مع عائشة و عثمان قتل مع علی و کانت صفیة
زوجة عبد الله مختمرة تبکی فلما راته قالت له یا علی
یا قاتل الاحبة یا مفرق الجمع ایتم الله منك بنیك
کما ایتمت ولد عبد الله منه فلم یرد علیها شیئاً و
دخل علی عائشة فسلم علیها و قعد عندها ثم قال
جبهتنا صفیة اما انی لم ارها منذ کانت جاریة
فلما خرج علی عادت علیه القول فکف بغلته و
قال لقد هممت ان افتح هذا الباب واشار
الی باب فی الدار و اقتل من فیه و کان
فیه ناس من الجرحی فاخبر علی
بمکانهم فتغافل عنهم فسکت و کان من هذه
ان لا یقتل مدبر الخ ص ۱۰۲ جلد ۳
یعنی جناب امیرؑ جب عائشہ کے پاس گئے تو صفیہ
زوجہ عبد اللہ بن خلف کو دیکھا کہ وہ رو رہی ہی کیونکہ
خلف کے دونون بیٹے عبد اللہ و عثمان اس معرکہ مین مارے
گئے تھے۔ عثمان حضرت علیؑ کیطرف تھا اور عبد اللہ بن
خلف عائشہ کیطرف۔ اسکی زوجہ صفیہ رو رہی تھی اُسنے
جناب امیرؑ کو پکار کر کہا اے علیؑ۔ اے قاتل دوستان اے
مفرق جماعات۔ خدا تمہاری اولاد کو بھی اسیطرح یتیم کرے
جسطرح تمنے عبد اللہ کے بچون کو یتیم کیا۔ حضرت نے اسکا
کچھ جواب نہ دیا اور عائشہ کے پاس چلے گئے۔ سلام کر کے
بیٹھے تو کہا صفیہ کو آج ہمنے دیکھا حالانکہ پہلے جب وہ لڑکی
تھی تب دیکھا تھا۔ جب حضرت امیرؑ عائشہ کے پاس سے
اُٹھے تو صفیہ نے پھر اسی قسم کا کلام کیا اُسوقت حضرت نے
اپنا بغلہ روکا اور فرمایا کہ ہمنے چاہا تھا کہ اُس دروازہ کو کھولکر
جتنے اسمین زخمی ہین سبکو قتل کر ڈالین (اشارہ کیا مکان
کے ایک دروازہ کیطرف) جسکے بعد وہ عورت چپ
ہو گئی۔ حضرت کو اسکی خبر دی گئی تھی کہ یہان زخمی ہین
مگر حضرت نے تغافل کیا کیونکہ آپ زخمیون کے قتل کو جائز
نہین جانتے تھے۔ کیا آپ دنیا مین کوئی نظیر اسکی
لا سکتے ہین کہ وہ فاتح جسنے اتنا بڑا معرکہ اس آسانی
سے سر کیا ہو وہ اسطرح کا کلام سنے اور صبر کرے۔ حاشا
وکلا یہ صفت یا رسولؐ مین تھی یا اُسکے وصی مین۔ کیونکہ
رسول اللہؐ کو ایک یہودنے زہر دیا اور حضرت پر
اُسنے اثر بھی کیا مگر آپنے اُسکو قتل نہین کیا۔ یہان
جناب امیرؑ کو اسطرح کی بد دعائین دیجاتی ہین اور آپ
صبر کرتے ہین نہ اُس عورت کو قتل کرتے ہین نہ اُسکے
زخمیونکو جو سب اسیر جنگ تھے۔
جناب امیرؑ کی کوقدر نہین کی گئی۔ خلافت آپکو نہین دی
گئی۔ دنیا آپکی مخالف ہی رہی۔ مگر جس غرض کے لیے

خدا نے آپکو پیدا کیا تھا اور جس غرض سے رسول اللہ نے آپکو خلیفہ بنایا تھا وہ بخوبی پوری ہوئی۔ کیونکہ اصلی غرض آپکی خلافت سے یا سلطنت و حکومت سے محض تعلیم اسلام تھی جو پورے طور پر حاصل ہوئی۔ چنانچہ علامہ محمد بن اسمٰعیل بن صلاح روضۂ ندیہ شرح تحفہ علویہ مین لکھتے ہین۔

صفحہ ۳۵ (ترجمہ) یعنی کافرونکا جہاد تو عہد رسول اللہ سے معلوم تھا جس سے اُسکے احکام بدیہیات کے حکم مین داخل تھے۔ بخلاف جہاد بغاۃ کہ یہ پہلا موقع پیش آیا اور یہ پہلا خون ہے جو اسلام مین بہایا گیا جسمین فریقین سے مسلمین نے محاربہ کیا۔ اسلیئے تمامی اہل اسلام کا اتفاق ہے اسپر کہ تفاصیل احکام جہاد باغیون کے سیرت امیر المومنین سے معلوم ہوئے اور چونکہ احکام اِسکے مغائر ہین احکام جہاد کفار کے غنائم مین اور نیز قتل مین زخمیون کے اور یہ ہین کہ جو بھاگ جائے انکا تعاقب نہ کیا جائے۔ اور اِن احکام سے اہل اسلام ناواقف تھے۔ اسیوجہ سے بہت لوگون نے انکار کیا غنیمت سلاح و کراع (سواری کے جانور) مین اور ترک کرنے مین ماسوا اسکے یہانتک کہ مجادلہ کیا اُن لوگون نے اِس بارہ مین اور حضرت نے اُنکو جواب دیا کہ تمہارا حق صرف انھین چیزون مین ہے جو لشکرگاہ مین ہین باقی رہا وہ مال جو اُنکے گھرون مین ہے وہ میراث ہے اُنکی اولاد کی اور فرمایا کہ ہم نہین مواخذہ کرسکتے صغیر پر کبیر کے جرم سے اور یہ کہ قبل اس اختلاف کے وہ اپنے مال کے مالک تھے اور تزویج اُنکی صحیح تھی اولاد اُنکی فطرت اسلام پر پیدا ہوئی۔ تمہارا حق صرف اُسی مال مین ہے جو لشکرگاہ مین ہے۔

حضرت نے ان احکام کو ایک خطبہ طولانی مین ذکر کیا ہے جو مشہور ہے اور حافظ سیوطی وغیرہ نے اُسکی روایت کی ہے منجملہ جوابون کے حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم سے کون ہے جو عائشہ کو اپنے حصۂ غنیمت مین لے سکتا ہے تب وہ لوگ اپنے اصرار سے باز آئے اور راضی ہوئے حضرت کے حکم پر بعد اختلاف شدید۔ اِس عبارت سے آپکو معلوم ہوا کہ جناب امیرؑ کا یہ جہاد کس غرض سے تھا محض بغرض تعلیم احکام جہاد بغاۃ جس سے آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ خدا نے جو آیہ الیوم اکملت لکم دینکم نازل کیا تھا وہ حضرت کی خلافت و امامت سے متعلق ہے۔ یا حضرت رسول اللہ کی تعلیم احکام حج سے۔ کیونکہ یہ تو مسلم ہے کہ احکام جہاد بغاۃ کی تعلیم نہین ہوئی تھی جو اعظم احکام اسلام سے ہے اور وہ صرف سیرت جناب امیر المومنینؑ سے معلوم ہوئی تو تکمیل دین کا دعوی باوصف اس نقصان صریح کے ناممکن ہے۔ اسی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ اگرچہ خاندان رسول معرکۂ کربلا مین تباہ و برباد کردیا گیا اور وہ ظلم کیا گیا جو کبھی نہ ہوا تھا۔ مگر یزید کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ دختران رسول کو لونڈی غلام بنا سکے۔ کیونکہ جناب امیرؑ کے جہاد نے شرعی طور پر ثابت کردیا تھا کہ مسلمان کسیطرح لونڈی غلام نہین بن سکتے۔ حالانکہ ابوبکر کی سیرت یزید کیلیے کافی تھی مگر وہ غلط قرار پاچکی تھی۔

یہان سے آپکو اِسکی وجہ بھی معلوم ہوگی کہ یہ حضرات ہمیشہ مغلوب کیون نہ رہے اور دین شیعہ کو وہ رواج کیون نہ ہوا اِسی وجہ سے کہ اصل دین تابع حجت و برہان ہے نہ تابع غلبہ و سلطان۔ مگر ابتدا اگر اسلام کے ساتھ سلطنت نہ شامل کیجاتی تو ملک عرب مین کسیطرح اسکا ظہور ہی نہ ہوتا اِسی ضرورت سے ابتدائے سلطنت شامل کیگئی۔ مگر چونکہ شمول سلطنت اصل دین کے منافی ہے۔ کیونکہ اسمین خیال قہر و غلبہ ہوتا ہے کہ بوجہ قہر و غلبہ اُسنے رواج پایا نہ از راہ حقانیت۔ اِسلیے خداوند عالم نے اصلی اسلام کو جو تابع تعلیم اہل بیت

طاہر مین ہی قہر وغلبہ سے مصر ار کھا کہ حجت وبرہان سے
اِنکی حقیقت دریافت کرکے قبول کرو جسپر خدا فرماتا ہی
فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر
جناب امیرؑ نے جو سیرت شیخین کے قبول کرنے سے شرائط
بیعت مین انکار کیا تھا اِسکی وجہ بھی آپکو معلوم ہوئی ہوگی کہ
شیخین کا کیا انداز تھا اور جناب امیرؑ کا کیا عمل تھا کیونکہ آپ
دیکھ چکے ہین ابو بکر نے عام طور پر حکم دیا تھا "نہ زخمی بچے نہ قیدی
نہ بھاگنے والا سب تہ تیغ کیے جائین اور آگ مین جلادیے
جائین" اس سے آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ جناب امیرؑ
کسوجہ سے اپنے باغیون کے سر کرنے مین اُسطرح نہ کامیاب
ہوسے جسطرح ابو بکر کامیاب ہوسے تھے کیونکہ ابو بکر نے عرب
کے وحشیونکا دستور اختیار کیا تھا بلکہ اُسپر بھی ترقی کی تھی۔
اور جناب امیرؑ نے سنت نبویؐ کا احیا کرنا چاہا تو پھر کیونکر یہ
ممکن تھا کہ چار برس مین آپ وہ کام کر گزرتے جو رسول
اللہؐ نے تئیس ۲۳ برس مین کیا تھا حالانکہ اُنکی امداد کو فرشتے
بھی آیا کرتے تھے۔ اگر حضرت بھی مثل ابو بکر صاحب خلاف
حکم شریعت عام اجازت دیتے کہ "باغیون کو ہر طرح
قتل کرو زخمیون کو ہلاک کرو قیدیون کو مار ڈالو اُنکے مال
لوٹ لو اُنکے اسیر کو لونڈی اور غلام بنا دو" تو اُس سے زیادہ
لوگ آپکے شریک ہوتے۔ مگر حضرت نائب رسولؐ
ہو کر کیونکر کوئی امر خلاف شریعت کر سکتے تھے۔ اور
جو امر شرعاً ناجائز تھا اُسکے مرتکب ہوتے۔ لہذا جو لوگ
دنیا دار تھے وہ اپنی خواہشون کے پورا نہ ہونے سے
جی چراتے اور دیندار تو ہمیشہ کم ہوتے ہین۔

آپ ہی غور فرمایئے کہ جناب امیر علیؑ مثل ابو بکر عام
لوٹ مار کا حکم دیتے تو صرف طلحہ کے قتل سے کسقدر
دولت ملتی کہ تین سو اونٹ کا بوجھ اُسکے پاس طلا تھا
مگر آپ کیونکر ایسا حکم دے سکتے تھے۔ بلکہ آپکا عدل تو
ایسا مشہور ہو رہا تھا کہ خود طلحہ کا بیٹا عمرو بن طلحہ معاویہ کے
پاس گیا اپنے مال کے لیے تو معاویہ نے کہا "تو علیؑ کے پاس
جا وہ تیرا مال دیدینگے" روضہ ندیہ صفحہ ۳۳۔

غرض جناب امیرؑ کو مقابلہ اُن لوگون سے ہی جو کل تک نہ
صرف کل ممالک اسلام کے مالک تھے بلکہ پچیس ۲۵ یا چھبیس ۲۶
برس سے حضرت کو اِسطرح علٰحدہ کیے ہوسے ہین کہ نہ خود مدینہ
مین آپکا چندان اثر ہونے دیتے ہین نہ دیگر ممالک مفتوحہ
مین۔ اور اہل مکہ تو قریب قریب سب وہی ہین جنکے
آبا واجداد حضرت کے ہاتھون قتل ہوسے تھے جو خون
کے پیاسے تھے پھر کیونکر اِسقدر جلد کامیاب ہوتے۔
حضرت کے ہاتھ مین نہ ممالک اسلامی کا دفتر ہی نہ اُسکا کوئی
صوبہ موافق ہی۔ یہانتک کہ پایۂ تخت قدیمی مین بھی
رہنا نہین نصیب ہوتا۔ کیونکہ اِسکا سامان چھبیس ۲۶ برس سے
ہو رہا تھا سب معاہدہ کرچکے تھے کہ اِس خاندان مین خلافت
نہ جانے پائے۔ پھر اس جنگ کو جنگ ابو بکر سے کیا نسبت۔
کیا مسیلمہ کذاب اور طلحہ مساوی تھے۔ کیا مالک بن نویرہ
اور زبیر مساوی تھے۔ کیا عمرو عاص کا ایسا مکار وہان
بھی تھا۔ کیا عائشہ کی ایسی سردار وہان بھی تھی جنکی
نسبت خود حضرت فرماتے ہین جیسا کہ استیعاب مین ہی
صفحہ ۲۱۴ جلد اوّل (ترجمہ) یعنی جب حضرت جنگ
جمل کے لیے تشریف لے چلے تو خطبہ مین فرمایا بعد حمد و
نعت کہ خدا نے فرض کیا ہی جہاد کو اور اِسی کو نصرت و ناصر
قرار دیا۔ اور دین و دنیا کی صلاح اسی سے ہی ہوئی مین مبتلا
ہوا ہون چار آدمیون مین ایک اَدہی الناس (ڈبرا چالباز)
اور سب سے زیادہ سخی۔ طلحہ۔ دوسرے جو سب سے زیادہ
شجاع ہی۔ زبیر۔ تیسرے جو آدمیون مین سب سے زیادہ

ایسا شخص ہی جسکی اطاعت کیجائے۔ عائشہ۔ چوتھے وہ سب سے زیادہ تیزی کر غوالاہی فتنہ کیطرف یعنی ابن منیہ قسم خدا کی اُنھون نے ہم سے کوئی امر قبیح نہین دیکھا تھا جسپر وہ ناراض ہوے۔ نہ ہمنے کسی مال کو اپنے لیے مخصوص کیا۔ نہ خواہش نفس کو کسی امر مین دخل دیا۔ اُس حق کو طلب کرتے ہین جسے خود ترک کیا۔ اور یہ اُس خون کے طالب ہین جسے خود اُنھون نے بہایا۔ ہم انکار کرتے تھے اور روکتے تھے مگر یہ لوگ نہ مانتے تھے۔ قاتلان عثمان انھین کے پاس ہین۔ اور یہی لوگ فتنہ باغیہ ہین۔ ان سب نے میری بیعت کی اور پھر نکث بیعت کیا اُنھون نے اتنا صبر نہ کیا کہ دیکھتے ہم عدل کرتے ہین یا جور مین رضی ہون خدا کی حجّت پر جو اُسنے انپر تمام کی اور اُسکا علم اُنکے بارے مین جاری ہوا۔ اِسکے ساتھ بھی ہم اُنکی دعوت کرتے ہین اور معذرت کرتے ہین اگر قبول کرین تو توبہ مقبول ہوتا ہے اور اگر انکار کرینگے تو ہم اُنکو تلوار کی باڑھ سے سیراب کرینگے اور وہی شافی ہی باطل سے اور ناصر حق ہی۔ قسم خدا کی طلحہ و زبیر اور عائشہ جانتے ہین کہ ہم حق پر ہین اور وہ سب باطل پر۔ آپ جانتے ہین یہ یعلی بن منیہ کون شخص ہے استیعاب مین ہی صـ۶۳۲ (ترجمہ) یعلی بن امیہ ابن منیہ (دونون نام ایک ہی شخص کے ہین) اُن لوگون سے ہی جو فتح مکہ کے وقت اسلام لایا اُسکو ابوبکر نے زمانہ ردہ مین حلوان کا عامل مقرر کیا۔ عمر نے ملک یمن کے ایک صوبہ کا اسے عامل مقرر کیا۔ اُسنے وہان ایک چراگاہ اپنے لیے خاص مقرر کی (ظالم بادشاہونکا قاعدہ تھا کہ جنگل وغیرہ مین اپنے جانورون کیلیے کچھ زمین مقرر کردیتے کہ وہان اُنھین کے جانور چرین) یہ خبر جب عمر کو ملی تو اُنھون نے عتاب کیا کہ یمن سے پاپیادہ مدینہ آئے اِسیطرح وہ آرہا تھا۔ پانچ یا چھ روز چلنا پڑا تھا کہ قتل عمر

کی خبر معلوم ہوئی جسپر وہ پھر سوار ہوا اور وارد مدینہ ہوا۔ عثمان نے اُسکو صوبہ صنعا کا عامل مقرر کیا وہان سے ایک دفعہ بغرض ملاقات عثمان آیا۔ تو حضرت علیؑ نے اُسکا خچر جو بہت فربہ اور تیار تھا۔ عثمان کے دروازہ پر دیکھا۔ پوچھا یہ کسکا خچر ہی؟ لوگون نے کہا یعلی کا تو حضرت نے کہا یعلی کا بڑا رتبہ ہی عثمان کے یہان۔

مدائنی نے لکھا ہی کہ جس زمانہ مین عثمان قتل ہوے یعلی فوج پر تعینات تھا۔ قتل عثمان کی خبر سُنکر روانہ مدینہ ہوا کہ عثمان کی مدد کرے۔ راہ مین اونٹ سے گرا جس سے ٹانگ اُسکی ٹوٹ گئی لہذا مکہ مین بعد حج وارد ہوا اور وہین قیام کیا۔ لوگ ایسی حال ہی کہ اُسکی ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی لیے جارہے تھے اُسنے منادی کرائی کہ جو شخص خون عثمان کے انتقام کو جائیگا اُسکے کل اخراجات کا بار ہم پر ہی یعلی نے زبیر کو چار لاکھ درہم دیے اِسی غرض سے۔ اور ستر آدمیون کو قریش سے اپنے خرچ سے لڑائی جنگ جمل کے لیے روانہ کیا۔ اور عائشہ کو ایک اونٹ پر سوار کیا جسکا نام عسکر تھا دو سو اشرفی پر اُسنے خریدا تھا۔ ان حالات سے آپکو معلوم ہوگا کہ یعلی کیسا شخص ہی خاص آوردگان حضرت ابوبکر سے ہی جسکی وہ اِسطرح پرورش کرتے تھو۔ پھر کیون نہ وہ عائشہ کو عسکر نامی اونٹ پر چڑھاتا جسکو دو سو اشرفی پر خرید ا تھا اور چار لاکھ اِسی غرض سے دیے کہ جناب امیر علیہ السلام سے جنگ کی جائے۔

تاریخ کامل مین ہی و جھزھم یعلی بن منیۃ بست مائۃ بعیر و ست مائۃ الف درھم و جھزھم ابن عامر مال کثیر صـ۸۱ جلد ۳ یعنی یعلی نے چھ سو اونٹ دیے تھے اور چھ لاکھ درہم اِسیطرح ابن عامر نے بھی بہت سا مال دیا تھا۔ اِس روایت کو دیکھئے اور حضرت کے اظہار حق اور اتمام حجت کو کہ کس کسطرح آپ حجت خدا تمام کر رہے ہین۔ مگر

انکو خواہش دنیا نے ایسا سرشار کردیا ہی کہ نہ کچھ سوجھائی دیتا ہی نہ سنائی دیتا ہی۔ تو کیا ایسے لوگونکا فتنہ ایسا ہلکا ہو سکتا ہی جو اِسطرح آسانی سے طے ہو جائے۔

با این ہمہ حضرت نے اِس فتنہ کو چند ہی روز مین ایسا خاموش کیا کہ تمام عالم کو معلوم ہی کہ طلحہ و زبیر مارے گئے طلحہ کو خود مروان نے مارا جو عثمان کا داماد تھا اور کہا لا اطلب ثاری بعد الیوم۔ بی بی عائشہ مدینہ بھجوائی گئین۔ اِسکے بعد معاویہ نے سر اُٹھایا جو انیس[19] یا بائیس برس تک رسول اللہ سے لڑتا رہا۔ اور آج بیس[20] برس سے شام کا صوبہ دار اِسی غرض سے بنایا گیا ہی کہ اگر حضرت علیؑ کسیوقت مین خلیفہ ہون تو یہ اپنی پوری طاقت سے کام لے۔ اِسی عرصہ مین خوارج نے خروج کیا۔ جو چند ہی روز مین پیس دیے گئے۔ اب پھر حضرت ملک شام کی تیاری کر رہے ہین کہ ابن ملجم خارجی نے اِس نور خدا کو خاموش کیا۔ غرض یہ کہدینا تو آسان ہی کہ ابوبکر نے دو ڈھائی برس مین بغاوت کو بھی فرو کیا اور اِسلامی فتوحات بھی بڑھائی۔ اور جناب امیرؑ کی چار سالہ خلافت نہین خانہ جنگیون مین بسر ہوئی۔ مگر اِسکے اسباب و نتائج پر غور نہ کرنا نہایت نادانی ہی۔ کیونکہ اگر یہ مقولہ مانا جائے تو پھر لازم آتا ہی خلیفہ اول کی شجاعت اور حسن تدبیر رسول اللہ سے بھی بڑھ جائے کہ حضرت نے ۲۳ برس کے زمانہ نبوت مین وہ کام نہ کیا جو ابوبکر نے ڈھائی برس کی خلافت مین کر لیا۔ اِس حالت مین ہم اِسکو بھی مان لینگے کہ جو ابوبکر رسول اللہ سے افضل تھے وہ ضرور جناب امیرؑ سے بھی افضل تھے

یہ تو سب جانتے ہین بنے بنائے مکان مین آکر انتظام کرنا یا کسی جمے جمائے کارخانہ پر اپنا عمل دخل کرنا آسان ہی مگر اُس مشکل کو وہی جانتا ہی جو کسی نئے کارخانہ کا موجد ہو۔ اِسکی لذت رسول اللہ ہی جان سکتے ہین یا جناب امیرؑ کہ اِسلام کو کسطرح قائم کیا اور کن جانکاہیون سے اِسکو نشو و نما دیا جو کچھ صورتین مسلمانون کی نظر آنے لگین

پھر جسنے اِن جانکاہیون اور مصیبتون سے اِسلام کو رائج کیا ہو اُس سے کب ممکن ہی کہ وہ خود اِسکو تباہ کرے یہی وجہ ہی کہ رسول اللہ کے قتل کا سامان ہو رہا ہی۔ منافقین چاہتے ہین شب عقبہ آپکو اونٹ سے گرا دین۔ حضرت کے جان نثار صحابہ کہہ رہے ہین کہ آپ اُنکا نام بتلائیے مین ابھی اُنکا سر لاتا ہون۔ حضرت اِسکے جواب مین فرماتے ہین نہین لوگ کہین گے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہین۔ کیا وہ منافق مسلمان تھے۔ ہرگز نہین۔ پھر کیون نہ حضرت نے قتل کیا۔ اِسیوجہ سے کہ اِسلام بدنام ہوگا۔ اِسلام پر بیوفائی کا الزام آئیگا۔ وہ قانون ٹوٹ جائیگا جسکے مقنن خود حضرت ہین کہ بغیر صدور جرم سزا نہین ہو سکتی۔ حضرت کو ایک یہودیہ نے زہر دیا حضرت نے اُس طعام کو نوش بھی فرمایا اُس یہودیہ کو بلا کر دریافت کیا اُسنے اقرار بھی کیا مگر حضرت نے قتل نہین کیا کیونکہ ایک صحابی اُس سے مرنے والا تھا اُسکے انتقام مین وہ قتل ہوگی پھر یہ کیون الزام لیا جائے کہ ایک یہودیہ کو قتل کیا۔ اِسیطرح رسول اللہ پر عین خانہ کعبہ مین ایک شخص حملہ کیا چاہتا ہی آپ اِسکو قتل نہین کرتے بلکہ اُسکے لیے دعا فرماتے ہین کہ خدایا اِسکے شیطان کو دور کر کیونکہ آپ جانتے تھے یہ مسلمان ہونیوالا ہی اِسکا قلب نور اِسلام سے منور ہوگا۔ یہی مصلحت یہان پیش ہی کہ جناب امیرؑ مشغول تجہیز و تکفین رسول ہین جو فرض ہی صحابہ دنیا کی فکر مین ہین اپنا کام کر رہے ہین۔ اب اگر جناب امیرؑ اُنسے لڑتے ہین تو اِسلام بدنام ہوتا ہی۔ اِسلام پر طمع

دنیا کا الزام آتا ہی کیونکہ بعد رسولؐ مربی اسلام تو آپ ہی
ہین۔ آپکے افعال ہین اور صحابہ کے افعال ہین بڑا فرق ہی صحابہ
تو وہی ہین جنھون نے خود رسول اللہ کو قتل کرنا چاہا۔ انکی
اس حرکت نازیبا سے اسلام نہین بدنام ہوتا کیونکہ وہ تو خارج
از اسلام ہین انکے افعال کا ذمہ دار اسلام نہین۔ ہان اگر رسول اللہ
انکو قتل کرتے تو ضرور آپ پر الزام آتا۔ اسیطرح صحابہ مہاجرین
وانصار نے جو دنیا کے لیے دفن وکفن رسول کو چھوڑا تو اسلام
پر کوئی الزام نہین آسکتا کیونکہ انکی حالت سے زمانہ واقف تھا
بلکہ کفار بھی جانتے تھے یہ دنیا دار ہین جیسا کہ عروہ نے بروز
حدیبیہ صاف صاف ابوبکر کے منھ پر کہدیا جسپر انھون نے
خوب سی گالیان بھی دین۔ ہان اگر جناب امیرؑ اسوقت سوائے
صبر و سکوت کچھ کام کرتے تو ضرور اسلام بدنام ہوتا کیونکہ اسلام
تو انھین اعمال و افعال کا نام ہی جو رسول اللہ و جناب امیرؑ سے
صادر ہون۔ یہان آپکو دوسرے عالم کی سیر کرنی چاہیے
کیونکہ یہانتک تو اپنے صرف جناب امیرؑ اور ابوبکر صاحب
کی اُن جنگون کو دیکھا ہی جو مخالفین کے ساتھ کی گئی کہ ابوبکر
صاحب کا یہ حکم تھا نہ قیدی بچے۔ نہ بھاگا ہوا اسکو قتل کرو
جلا ڈالو۔ جناب امیرؑ کا یہ حکم ہی جو بھاگ جائے اسکا پیچھا نہ کرو
قیدی کو قتل نہ کرو۔ زخمی کو ہلاک نہ کرو۔

معاملہ ترک بیعت

اب اسکو دیکھیے کہ خلیفۂ اول کی بیعت سے جناب امیرؑ
کنارہ کش ہین حضرت کے ساتھ حسنینؑ بھی ہین اور سائر بنی ہاشم
یعنی حضرت عباسؓ و عقیل اور کچھ لوگ صحابہ سے مثل ابوذر
سلمان فارسی۔ عمار یاسر وغیرہ۔ انکے ساتھ خلیفہ کا کیا برتاؤ
ہی۔ کہ سبکو معلوم ہی عمر صاحب آگ لکڑی لیکر گھر سے ہین
کہ جناب سیدہ کا گھر جلا دین۔ حضرت علیؑ کو گرفتار کرلائے
زبیر کی تلوار چھین لی۔ طلحہ۔ عثمان کو ڈانٹ بتائی۔
جناب امیرؑ کا برتاؤ اپنے تارکین بیعت سے یہ ہی کہ حضرت عمار
سے فرماتے ہین چھوڑ دو۔ ابن عمر ضعیف ہے۔ سعد بن ابی
وقاص حسدی ہی۔ محمد بن مسلمہ اسوجہ سے ناراض ہی کہ ہمنے
اُسکے بھائی مرحب یہودی کو بروز خیبر قتل کیا۔ دنیا مین
جتنے جابر بادشاہ گذرے ہین خواہ نادر ہو یا چنگیز۔ یا عالمگیر
سب کا دستور العمل آپکو یہی ملیگا کہ جن جن شاہزادون یا
رئیسون سے انکو خطرہ ہوتا کہ یہ ہمسری کا دعوے کرینگے
اُنکے ساتھ انتہا درجہ کی سختی کرتے۔ قتل کرتے۔ قید کرتے۔
آنکھون مین سلائی پھرواتے۔ ایسی سخت عبرتناک سزا
دیتے کہ پھر کسی دل و دماغ مین مخالفت کی جرأت نہو۔
مگر کسی نبی کی نسبت یا کسی پیغمبر کی نسبت تمنے
نہ سنا ہوگا کہ کسی ناکردہ گناہ پر یا بروے شبہہ کسی طرح
سختی کو جائز رکھا ہو۔ کیونکہ وہ رعایا کو مخلوق خدا اور
ودیعت خدا سمجھتے ہین۔ بجز اُن خاص صورتون کے
جسمین خدا نے حکم دیا قتل و غارت کو جائز نہین رکھتے۔
بہرحال چونکہ ہمارا مقصود اصلی شرح حدیث من سلم
المسلمون من لسانہ ویدہ ہے جسکو ہمنے کافی طور سے
ثابت کرچکا کہ خلفاے اہل سنت نے کسطرح اس حدیث کی
مخالفت کرکے زبان سے اور ہاتھ سے مسلمانون کو
تکلیفین پہونچائی ہین۔ اور جو اصل مربی اسلام تھا اُسنے
کیونکر اسکی رعایت کی ہی۔ لہذا اب یہ بھی بیان کرنا ضروری
ہی کہ خلفاے اہل سنت کا جدال و قتال مسلمانون کے ساتھ
کیسا ہی۔

تحقیقات کفر و اسلام مقتولین ابوبکر

پہلے یہ طے کرلینا
چاہیے کہ جو لوگ ابوبکر صاحب کے حکم سے قتل ہوئے وہ در اصل کیا تھے
مسلم تھے یا کافر و مرتد تھے یا باغی۔ تاکہ اصل جرم معلوم ہو اور.

پھر انکی سزا دیکھی جائے کہ کہانتک ایک مہذب شخص اس سزا کو تجویز کرسکتا ہی۔ مولوی حیدر علی صاحب نے منتہی الکلام مین بہت کچھ خاک اڑائی ہی جسکا جواب کتاب مستطاب استقصار الافحام اور مجلد دوم ذوالفقار حیدر مین بھی بشرح و بسط دیا گیا ہی۔ یہان انھین کی تحقیقات کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہی جس سے اجمالی طور پر انکا حال معلوم ہو کیونکہ اس مضمون کو بڑی تحقیقات سے انھون نے مفاتیح شرح مصابیح سے نقل کیا ہی صفحہ ۹۰

ترجمہ) اور وجہ جمع اول و آخر حدیث مین از دفع شبہ روافض یہ ہی کہ جو لوگ مرتد ہوے وہ دو قسم کے تھے ایک تو وہ جو اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو گئے۔ انہین کی نسبت کہا گیا وکفر من کفر من العرب یہ قسم مسیلمہ تھا اور اسکے اصحاب اور اسود عنسی اور اسکے اصحاب اہل یمن سے۔ دوسرے وہ لوگ تھے جو مرتد ہوے اسلام سے اور ترک کیا شرائع اسلام نماز اور زکوۃ کو اور عود کیا طرف جاہلیت کے کہ نہ سجدہ کیا جاتا تھا بسیط ارض پر خدا کا بجز مسجد مکہ و مدینہ و قریہ جواثا۔ انہی کی نسبت ابو ہریرہ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جنھون نے تفریق کی نماز اور زکوۃ مین۔ اور دوسری قسم وہ ہی کہ نماز کے تو قائل تھے مگر وجوب زکوۃ اور ادا طرف امام کے منکر تھے انہین کو مراد لیا ہی ابو ہریرہ نے آخر حدیث مین۔ انہین کے بارہ مین عمر کو شبہہ ہوا اور ابوبکر سے مناظرہ کیا اور ابوبکر نے کہا کہ ہم اس سے ضرور قتال کرینگے جو فرق کرے درمیان نماز اور زکوۃ کے یہ آخری قسم درحقیقت باغی تھے مگر اسوجہ سے باغی کے نام سے نہ پکارے گئے کہ ایک تو عمارہ مرتدہ مین فی الجملہ داخل تھے اور اسوجہ سے مرتد کہے گئے کہ خطب اسکا عظیم تھا" اس تحریر سے بوضاحت معلوم ہوا کہ مرتد دو ہی قسم کے تھے ایک تو وہ جو درحقیقت مرتد تھے اور دوسرے وہ جو درحقیقت باغی تھے مگر اسوجہ سے مرتد مشہور کیے گئے کہ اس نام سے مسلمانونکا جوش بڑھے اور آمادہ جہاد ہون کہ مرتد ہو گئے۔ مگر یہ تحقیق بھی ناقص ہی کیونکہ ابن حزم کتاب الفصل مین لکھتے ہین صفحہ ۸۰ جلد ۲۔

(ترجمہ) یعنی آخر حیات رسول اللہ اور ابتداے خلافت ابوبکر مین اسود عنسی نے صنعا مین اور مسیلمہ نے یمامہ مین ادعاے نبوت کیا مگر اسکے ساتھ وہ حضرت کی نبوت کے بھی قائل تھے۔ اسوقت مین عرب یمن وغیرہ چار قسم پر منقسم تھا۔ پہلا طائفہ جو سب سے بڑا اور بزرگ تھا جو جمہور اسلام کہلاتا ہی وہ تھا جسنے کسی قسم کا تغیر نہین دیا اطاعت ابوبکر پر باقی تھا۔ دوسرا طائفہ بھی اسلام پر قائم تھا اور کسیطرح کا انہین تغیر نہین ہوا تھا مگر وہ کہتے تھے کہ ہم کل شرائع اسلام کو بجا لاتے ہین لیکن ابوبکر کو زکوۃ نہین دینگے اور نہ بعد رسول کسی کی اطاعت قبول کرینگے۔ یہ طائفہ بھی بڑا تھا مگر تیسرا طائفہ وہ تھا جسنے کفر و ردہ کا اعلان کیا۔ اصحاب طلیحہ و سجاح وغیرہ یہ طائفہ سب سے کم تھا۔ اور انہین بھی ہر قبیلہ مین بہت سے مسلمین تھے جو انسے جنگ کرتے چنانچہ قوم مسیلمہ مین ثمامہ بن آثال حنفی تھے طوائف مسلمین کے ساتھ جو سب مسیلمہ سے لڑ رہے تھے۔ اسیطرح قوم اسود و بنی تمیم و بنی اسد مین بھی جمہور مسلمین سے تھے جو ان مرتدین سے جنگ کرتے چوتھا طائفہ وہ تھا جو نہ ادھر تھا نہ ادھر بلکہ وہ اسکے منتظر تھے کہ کدھر غلبہ ہوتا ہی۔ مالک بن نویرہ وغیرہ اسی طائفہ مین تھے ابوبکر نے ان سب کی طرف لشکر بھیجا۔ مسیلمہ مارا گیا اور اسود عنسی پہلے ہی حیات رسول اللہ مین مارا گیا تھا جسکو فیروز دادویہ فارسی نے قتل کیا تھا سال

پھر مین سب رجوع کر آئے اسلام کی طرف ۔

اب اس تحقیقات کو مفاتیح شرح مشکوٰۃ کی تحقیقات سے ملائیے تو معلوم ہو کہ دو قسم کے باغی نہین تھے بلکہ چار قسم کے تھے جنمین صرف ایک طائفہ بنا بر تحقیقات مذکورہ واقعی مرتد تھا جو بہت ہی قلیل تھا اور باقی سب مسلمان تھے جنکو صرف خلافت ابو بکر سے اختلاف تھا کہ ہم انکو خلیفہ نہین مانتے جسکے لیے اُنھون نے زکوۃ دینے اور اطاعت کرنے سے انکار کیا تھا نہ کہ وہ اصل منکر زکوۃ ہوں ۔ پھر یہ بھی دیکھیے کہ کہان تو تحقیق ابن حزم ان لوگون کی تعداد سب سے کم تھی اور انمین بھی وہ مسلمین بتعداد کثیر موجود تھے جو انسے جنگ کیا کرتے مگر صاحب مفاتیح کہتے ہین کہ بسیط ارض پر سجدہ خدا کہین نہ ہوتا تھا بجز مکہ و مدینہ و قریہ جواثا اس سے بڑھ کر کیا جھوٹ ہو سکتا ہی کہ محض تعریف ابو بکر کے لیے اسطرح کی حدیث گڑھی گئی اور یہ مطلق نہ خیال کیا کہ اصل اسلام پر کیسا اعتراض آتا ہی ۔ تو آپ ہی بتلائیے اس قلیل جماعت کا جو تمامی ملک کا چوتھا بلکہ آٹھوان حصہ بھی نہین ہے سر کرنا کسقدر آسان ہی کیونکہ اگر لشکر ابو بکر نہ بھی جاتا تو وہی مسلمان جو اُن قبائل مین تھے وہی کافی تھے اُنکے لیے ۔

اب یہان تحریر صدر پر بھی خیال فرمائیے کہ خالد نے جو وحشیانہ سلوک کیا ہی تو اُن لوگون کے ساتھ جو یا تو کسیطرح مرتد یا بلکہ باغی بھی نہ تھے مثل مالک ابن نویرہ وغیرہ دیا اُنکے ساتھ جو اسلام پر باقی تھے صرف ابو بکر سے باغی تھے اُنکو تو جلایا پھونا خاک سیاہ کیا مگر جو اصل مرتد تھا مثل مسیلمہ وغیرہ اُسکے ساتھ اس قسم کی وحشت وغیرہ کچھ نہ دکھائی جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ یہ لڑائی بغاوت کے فرو کرنیکو تھی ۔ یا ارتداد کے دفعیہ کے لیے ۔

اجماع صحابہ بر عدم قتال مانعین زکوۃ ۔

اب ہم پہلی قسم کے مرتدین کو یہان چھوڑ دیتے ہین جنکو صاحب مفاتیح نے مرتد کہا ہی ۔ اور قسم دوم کو دیکھتے ہین جنکو باغی کہا گو وہ کیسے ہی مرتد تھے مسلّم کیونکہ انکا اسلام ایسا مسلم الثبوت تھا کہ کوئی اہل سنت سے انکار ہی نہین کر سکتا کیونکہ صحابہ کا اجماع تھا چنانچہ ملل و نحل شہرستانی مین ہو الخلاف السابع فی قتال مانعی الزکوٰۃ فقال قوم لانقاتلهم قتال الکفرة وقال الآخرون نقاتلهم حتی قال ابو بکر لو منعونی عقالا مما اعطوا النبی لقاتلتهم علیه وقضی بنفسه لقاتلتهم ووافقه الصحابة باسرهم وقد ادی اجتهاد عمر فی ایام خلافته الی رد السبایا والاموال الیهم و اطلاق المحبوسین منهم صفحہ ۲۲ یعنی ساتوان اختلاف مانعین زکوۃ کے قتال مین ہوا کہ ایک قوم نے جماعت صحابہ سے کہا کہ ہم انسے ایسی جنگ نہین کر سکتے جیسا کہ کافرون سے جنگ کرتے تھے اور ایک قوم نے قصد قتال کیا ابو بکر نے کہا اگر ہمکو وہ ریسمان بھی نہ دینگے جسمین بکریان باندھی جاتین تو ضرور انسے قتال کرینگے یہانتک کہ خود آمادہ ہوے تب سب صحابہ نے موافقت کی ۔ مگر عمر کا اجتہاد اپنے زمانہ خلافت مین اسطرف مودی ہوا کہ قیدیونکو واپس کیا اور اُنکا مال پھیر دیا اور جو قیدی تھے اُنکو آزاد کر دیا ۔ کنز العمال مین ہی عن عمر قال لما اجتمع رای المهاجرین وانا فیهم حین ارتدت العرب قلنا یا خلیفة رسول الله اترك الناس یصلون ولا یؤدون الزکوٰة فانهم لو قد دخل الایمان قلوبهم لادوها یعنی عمر کہتے ہین کہ تمامی مہاجرین کا اجماع ہو گیا تھا جنمین ہم بھی تھے کہ ان سے

جنگ ترک کیجائے جسپر خلیفہ سے کہا کہ چھوڑ دیجیے لوگون کو کہ نماز پڑھین اور زکوۃ نہ دین جب ایمان کو اُنکے دلون مین استحکام ہوجائیگا تو زکوۃ بھی دینگے۔ اور ازالۃ الخلفا مین ہو کہ بعد ازان در قتال مرتدین مباحثہ واقع شد صدیق اکبر بجد عظیم درین باب تصمیم گشت و آن سر قول آنحضرت بود درین فتنہ کہ العصمہ بالسیف قال عمر یا خلیفۃ رسول اللہ تالف الناس وارفق بهم فقال اجبار فی الجاهلیۃ و خوار فی الاسلام انه قد انقطع الوحی و تم الدین اینقص انا حی مذکور فی المشکوۃ معز الوزین ص ۲۸ یعنی اے خلیفۂ رسول نرمی کیجیے اور تالیف قلوب فرمایئے تو ابوبکر نے کہا جاہلیت مین تو تو جبار تھا اور اسلام مین آکر ذلیل و خوار ہوا جس سے خلیفہ ناطق بالصواب عمر ابن الخطاب کا اس جنگ کو ناجائز سمجھنا بدیہی طور پر ظاہر ہوا جنکے بارہ مین ترمذی مین ہو ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبه اور تاریخ کامل مین ہو قال عبد اللہ بن مسعود لقد قمنا بعد رسول اللہ مقاما کدنا نهلك فیه لولا ان من اللہ علینا بابی بکر اجمعنا علی ان لا نقاتل علی ابنۃ مخاض وابنۃ لبون وان ناکل قری عربیه ونعبد اللہ حتی یاتینا الیقین ص ۱۳۰ یعنی ہم سب کا اجماع ہوگیا تھا اسپر کہ زکوۃ لینے کے لیے جنگ نہ کرین اونٹ کے بچے یا گھرے کے چھیڑے پر مگر ابوبکر نے مخالفت کی جس سے جہان یہ معلوم ہوا کہ وہ سب اہل اسلام سے تھے وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ تمامی صحابہ کا اسپر اجماع بھی تھا کہ ان سے قتال نہ کرنا چاہیے جنہین عمر صاحب بھی ہین۔ تو کیا کوئی گمان کر سکتا ہو کہ وہ کافر تھے۔ عمر صاحب کا اپنے خیال پر باقی رہنا اور ابوبکر کو اس جنگ مین ناحق پر سمجھنا اس سے بھی ظاہر ہو کہ عمر نے جب خلافت کا چارج لیا تو پہلا کام یہی کیا کہ ابوبکر کے سیف اللہ خالد کو معزول کیا۔ اور جو لوگ قیدی بنائے گئے تھے سبکو آزاد کر دیا اور جو مال لوٹا گیا وہ سب واپس کیا۔ تو آپ ہی فرمایئے فعل ابوبکر مطابق حق تھا یا فعل عمر جنھون نے برخلاف رائے ابوبکر یہ عمل کیا۔

اب اسپر ترقی دیکھیے کیونکہ ابوبکر کا دل اپنے باغیون کے جلانے اور آگ مین ڈالنے سے سیر نہین ہوا تھا چاہتے تھے کہ اُنسے اُن لوگون کا خون بہا بھی لین (تاوان جنگ) جو اس لڑائی مین ابوبکر صاحب کیطرف کے مارے گئے تھے مگر عمر صاحب نے نہایت اہتمام سے اس ظلم کو روکا ازالۃ الخلفا مین ہو بار حضرت صدیق را در مسئلہ هل یجب علی المرتدین اذا تابوا دیة من قتلوه فی ایام الردۃ با حضرت فاروق اختلاف افتاد قال البغوی روی عن ابی بکر انه قال لقوم جاءوه تائبین تدون قتلانا ولا ندی قتلاکم فقال عمر لا نا خذ لقتلانا دیة ص ۳۸ مقصد دوم یعنی ابوبکر نے اُن لوگون سے جنھون نے توبہ کیا چاہا کہ اُن لوگون کا خون بہا لین جو ابوبکر کی طرفدارون سے مارے گئے تھے۔ عمر نے کہا کہ ہم اپنے کشتون کا خون بہا نہین لین گے۔ جس سے صاف ظاہر ہو کہ خلیفہ دوم اس جنگ کو بالکل ناجائز جانتے تھے کہ خلیفہ اول نے جو اُنسے لڑائی کی تو یہ لڑائی بالکل ناجائز تھی۔ ورنہ کب ممکن تھا کہ خلیفہ دوم اپنے مقتولین کا اُنسے خون بہا لیتے۔ درحقیقت یہ عجب بات ہے کہ خلیفہ اول نرم دل اور رحیم خلیفہ مشہور ہین مگر خلافت پاتے ہی ایسی سختی مزاج مین

آگئی کہ ایک ریسمان کے لیے مسلمانونکے کشت و خون مین انکو تامل نہین ہوتا قسم پر قسم کھائے جاتے ہین کہ اگر وہ رسی بھی دینگے جسمین ونبیان باندھی جائین تو مین انسے جنگ کرونگا۔

اور خلیفہ دوم جو نہایت سخت مزاج مشہور ہین ان مرتدون اور باغیون کی حمایت مین اسدرجہ سرگرم ہین کہ خلیفہ اول کے اس فتوے کو رد در رد کررہے ہین کہ ہم انسے اپنے کشتون کا خون بہا نہ لینگے۔

عمر کا خون بہا دلوانا نہین نہین خلیفہ دوم نے اسپر نہین اکتفا کیا کہ مسلمانونکا خون بہا اُن باغیون کو معاف کردیا۔ بلکہ اُن باغیون کے کشتونکا خون بہا خلیفہ اول سے وصول کیا چنانچہ تاریخ طبری مین ہو صـ۳۷ جلد ۲

فقال عمر لابی بکران سیف خالد فیہ رھق واکثر علیہ فی ذلک فقال یا عمر تاول فاخطاء فارفع لسانک عن خالد فانی لا اشیم سلہ اللہ علے الکافرین وودی مالکا

یعنی عمر نے ابوبکر سے کہا کہ خالد کی تلوار مین بڑی تیزی ہے اور بہت مبالغہ کیا اس بارہ مین ابوبکر نے کہا اے عمر خالد نے تاویل کی اور اُنہین خطا کی تم اپنی زبان اس سے بند کرو مین اُس تلوار کو غلاف نہین کرسکتا جسے خدا نے کھینچا ہی کفر پر۔ اسکے بعد دیت دی مالک کی۔ اس تحریر سے خون بہا دینا ابوبکر کا ہی نہین معلوم ہوا بلکہ یہ بھی ظاہر ہوا کہ خود ابوبکر صاحب نے بھی اسکا اقرار کیا کہ خالد کا یہ فعل ناجائز تھا اس سے غلطی ہوئی۔ خلیفہ دوم کا اس کارروائی کو ناجائز سمجھنا اس سے بھی ظاہر ہے کہ مرتے وقت وہ اسپر افسوس کرتے ہین کہ ہم کاش اسکو رسول اللہ سے دریافت کرلیتے چنانچہ تفسیر سیوطی مین ہو عن عمر قال لان اکون سالت عن ثلث احب الی من حمر النعم عن الخلیفۃ بعدی وعن قوم قالوا نقر بالزکوۃ فی اموالنا ولا نودیہا الیک ایحل قتالہم

وعن الکلالۃ۔

یعنی حضرت عمر سے روایت ہے کہ کہتے ہین اگر مین باتونکو مین رسول سے پوچھے ہوتا تو سرخ اونٹ سے بھی زیادہ مجھے محبوب تھا ایک تو یہ کہ آپکے بعد خلیفہ کون ہوگا دوسرے یہ کہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہم زکوۃ کا تو اقرار کرتے ہین کہ اپنے مال سے نکالینگے مگر تمکو نہین دینگے۔ کیا ان سے قتال جائز ہی تیسرے یہ کہ معنی کلالہ دریافت کرتے۔ یہ بھی عجب بات ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر دونو اسکا افسوس کرتے ہین کہ کاش ہم حضرت سے خلیفہ کو پوچھے ہوتے کہ آپکے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ مگر اتنی خداترسی نہین آتی کہ خلافت کو چھوڑکر الگ ہو جاتے جو اسکا اہل اور مستحق تھا سنبھال لیتا آپ کیون اسپر قابض ہین جب بقدر یقینی معلوم ہو کہ بحکم رسول آپ خلیفہ نہین بنائے گئے۔!!

بہرحال اصل بحث قتال مانعین زکوۃ مین ہو کہ انسے مقاتلہ کرنیکو نہ ابوبکر صاحب جائز سمجھتے تھے نہ عمر صاحب کیونکہ دونون خطا کا بھی اقرار کرتے ہین اور اسکا بھی افسوس کرتے ہین کہ کاش رسول اللہ سے دریافت کیے ہوتے۔ بگر با اینہمہ انسے جنگ کی اور ایسی جنگ کی جو ہمیشہ یادگار رہے گی۔ ان سب لڑائیونمین جہان خطا اور ناجوازی کا اقرار ہے وہان بعد فتح وکامیابی اسپر مسرت بھی ظاہر کیجاتی ہو کہ ابوبکر صاحب کامیاب ہوئے اور اُن سے انکار رعب منہ گیا جس سے پھر فتوحات مین خوب ترقی ہوئی۔ مگر قربان ہو اُن عقلونپر کہ کسی مسلمان کے ناجائز قتل سے کیسی کامیابی پر مسرت کیجائے۔ کیا کوئی بدلہ اُس شخص کا ملسکتا ہو جو بلاوجہ مارا جائے کیا آپکو نہین معلوم اس لڑائی مین کتنے لوگ غیر یقینی مارے گئے کہ وہ سب اس خانہ جنگی مین نہ تباہ ہوتے تو اسلامی فتوحات مین کتنی ترقی ہوتی تاریخ اُٹھاکر دیکھیے تو معلوم ہو صرف مسیلمہ کذاب کی جنگ مین مہاجرین انصار مدینہ سے ۳۶۰ آدمی مقتول گئے اور غیر اہل مدینہ سے ۳۰۰ آدمی مسیلمہ کے طرفدارون سے ۲ ہزار جو سب مسلمان تھے کیونکہ گو مسیلمہ بھی

نبوت ہوا تھا مگر اسکی قوم جو اسکے ساتھ تھی یہی کہتی تھی جیسا کہ تاریخ طبری مین ہی فقالوا لا بنا لعا ابا الفصیل ابداً صفحہ ۱۸۶۶ مطبوعہ لیڈن - یعنی ہم بکری کے بچہ کے باپ کی بیعت نہین کرتے جس سے معلوم ہوا انکا انکار صرف بیعت ابوبکر سے تھا نہ صلواۃ نہ زکوۃ سے۔

ارتداد مسیلمہ بوجہ شرکت مہاجرین

بلکہ مین تو یہ بھی کہہ سکتا ہون کہ اِس مسیلمہ کی لڑائی کے باعث اور اُسکو مخالفت اسلام پر آمادہ کرنیوالے بھی ایک جلیل القدر صحابی تھے جو مہاجرین سے تھے کہ اُنھین نے مسیلمہ کی نبوت کو چمکانا چاہا جس سے اسقدر خونریزی ہوئی - چنانچہ تاریخ کامل مین ہی وکان مع مسیلمۃ نھار الرجال بن عنفوۃ وکان قد ھاجر الی النبی وقرء القرآن وفقہ فی الدین وبعثہ معلماً لاھل الیمامۃ وشعب علی مسیلمۃ فکان اعظم فتنۃ علی بنی حنیفۃ شھد ان محمداً یقول ان مسیلمۃ قد اشرک معہ فصدقوہ واستجابوالہ وکان مسیلمۃ ینتھی الی امرہ ص ۱۳۸

یعنی مسیلمہ کے ساتھ نہار الرجال بن عنفوہ تھا جسنے ہجرت کی تھی رسول اللہ کیطرف - اور قرآن کو پڑھا تھا اور فقہ دین حاصل کیا تھا حضرت نے اسکو بغرض تعلیم طرف اہل یمامہ کے روانہ کیا تھا پس وہ عظیم فتنہ ہوا بنی حنیفہ کیلیے کیونکہ اُسنے گواہی دی کہ محمد کہتے تھے کہ مسیلمہ شریک کیا گیا ہی پس سبنے اُسکی تصدیق کی اور اُسکا کہا مانا اور وہ مسیلمہ ہر امر مین اُسکی طرف رجوع کرتا - جس سے معلوم ہوا کہ بنی حنیفہ نے در اصل مسیلمہ کی تصدیق نہین کی تھی نہ اُسکو نبی مانا تھا - بلکہ ایک صحابی نے جو مہاجرین سے تھا اُسنے گواہی دی کہ حضرت نے فرمایا ہی یہ شریک ہمارا ہو - اسوجہ سے وہ اُسکے ہمراہ ہیے - تو پھر کون کہہ سکتا ہی کہ وہ سب اسلام سے خارج تھے - کیونکہ اہل سنت بھی تو صحابہ کے کہنے پر ایمان لاتے ہین تو پھر اُنمین اور اِنمین فرق ہی کیا رہا کیونکہ خود مسیلمہ صحابی ہی اور اُسکی تصدیق کرنیوالا اُسپر ایمان لانیوالا ایک صحابی ہی جو مہاجر ہی - تو پھر کیونکر وہ ایمان لاتے۔

ان حضرات کو کیا معلوم اِس جنگ مین اسلام کا کتنا نقصان ہوا تاریخ کامل مین ہی واشتد القتال ولم یلق المسلمون حرباً مثلہ قط وانہزم المسلمون ص ۱۳۶

یعنی ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ کبھی مسلمان کو اِس قسم کی لڑائی کا موقع نہ آیا تھا - اور اسمین ہزیمت پائی مسلمانون نے۔

دوسرا نقصان سنیے لعد واقعۃ الیمامۃ امر ابوبکر بجمع القرآن لما رای من کثرۃ من قتل من الصحابۃ لئلا یذھب القرآن ص ۱۴۷ یعنی بعد واقعہ یمامہ ابوبکر نے حکم دیا جمع قرآن کا کیونکہ بہت سے صحابہ اسمین مارے گئے تھے۔ اِسی خوف سے ابوبکر نے جمع قرآن کا حکم دیا کہ پورا قرآن نہ ضایع ہو جس سے اسقدر تو ضرور معلوم ہوا کہ کچھ حصہ غائب ہوا خوف تھا کہ کہین پورا قرآن نہ غائب ہو جاے - تو کیا کوئی مسلمان ایسی ناجائز لڑائی پر خوش ہو سکتا ہی جس سے اسقدر اسلام کا نقصان ہو مگر ہان اسپر خوش ہو سکتے ہین کہ خیر اِس نقصان کے بعد کسیطرح اسلام تو باقی رہا ورنہ جیسا کہ مسلمانون نے شکست کھائی تھی اگر وہ ایک شکست اور ہوتین تو بالکل اسلام تباہ ہو جاتا۔

تہذیب اسلام

ملا محمد باقر مجلسی رح کی مشہور کتاب حلیۃ المتقین کا ترجمہ جسے عالیجناب مولوی سید مقبول احمد صاحب نے نہایت عام فہم سلیس اُردو مین کر دیا ہے

قیمت بلحاظ کاغذ قسم اول ۱۲ قسم دوم ۸ سوم ۶

مجلد ۱۴ - ۱۰ - ۸

المشتہر سید نور الحسن نور المطابع لکھنو کٹھوئی ٹولہ۔